جلد 21 شمارہ 9 ماہ ستمبر 2019ء محرم الحرام 1441ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

شیطان کے نقوش پا

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور جس اندازِ فکر اور طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا اس کا انجام یہ ہوا کہ اسے مردود قرار دے کر قربِ الٰہی کے مقام سے ہٹا دیا گیا۔ انسان کی زندگی کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ وہ دوسری تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور دیدار حاصل کرے۔ اب یہ سمجھ لینے کی بات ہے کہ جس سوچ اور روّیے کی بناء پر ایک مقرب بارگاہ کو دائمی ملعون بنا دیا گیا، اسی طرح کا روّیہ اختیار کرنے والا انسان کیونکر قربِ خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔ قرب و دیدار کی عظیم دولت اور اعلیٰ ترین نعمت تو ان متقین سابقین کے حصہ میں آئے گی، جو شیطان کی روِش سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہمت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی راہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ (البقرۃ:۲۰۸)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اسلام یعنی اللہ کی اطاعت میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقوش پا پر مت چلو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اپنی پوری زندگی کے ہر ہر شعبہ پر اللہ کی حکمرانی تسلیم کر لو۔ اگر تم دائرہ اسلام سے باہر نکلنے کی غلطی کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر والے دائرہ اسلام کو ایک قلعہ سے تشبیہہ دیتے ہوئے ایک مثال بیان فرمائی کہ کوئی شخص ہو جس کے دشمن

اس کا پیچھا کر رہے ہوں اور وہ ان سے جان بچانے کیلئے بھاگ رہا ہو۔ اچانک اس کے سامنے ایک قلعہ آجائے اور وہ اس میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اور اس کا دشمن نا کام و نامراد ہو جائے۔ وہ دشمن شیطان اور اس کا گروہ ہے اور وہ محفوظ قلعہ **اللہ** کا ذکر ہے۔ گویا اسلام ہی وہ مضبوط قلعہ ہے جو مومن کو شیطانی حملوں سے محفوظ و مامون رکھ سکتا ہے۔ قرآن کریم کے توسط سے اللہ تعالیٰ اولادِ آدم کو بار بار تاکید فرماتے ہیں کہ شیطان کی بندگی سے بچو، اس کے ساتھ دوستی مت لگاؤ اور اس کا اتباع ہرگز نہ کرو ورنہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ کسی عام انسان کی نہ تو کبھی شیطان سے ملاقات ہوئی ہے کہ اس کا دوست بن جائے، نہ ہی وہ کسی شیطانی معبد میں جا کر اس کے بت کے سامنے سربسجود ہوتا ہے اور نہ ہی وہ شیطان سے منسوب کسی کتاب میں دی گئی ہدایات پر چلتا ہے۔ اس لیے شیطان کے نقوش پا کی واضح نشاندہی نہایت ہی ضروری ہے کیوں کہ انسانوں کی کثیر تعداد ارادی یا غیر ارادی طور پر اللہ کی محبت و اطاعت کے صراط مستقیم کو چھوڑ کر ان ٹیڑھے راستوں پر چل رہی ہے، جو شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کیلئے بنا رکھے ہیں۔ انسان جب اپنے خالق کے آئین کو نظر انداز کر دیتا ہے تو شیاطین کا اس کے نفس کے ساتھ رابطہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا یہی ہے کہ میں اپنی مرضی کے مطابق چل رہا ہوں لیکن یہ اس کی غلط فہمی اور نفس کا دھوکہ ہوتا ہے۔ جن خیالات کو وہ اپنے اندر سے اُبھرتا ہوا محسوس کر کے ضمیر کی آواز کا نام دیتا ہے وہ حقیقت میں اس کے نفس کے اندر ڈالے گئے شیطانی خطرات و وساوس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب میں تو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ جو انسان اللہ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اس پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ (الزخرف:۳۶)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کے ذکر سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔“

ابلیس کے نقوش پا اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستہ میں چھپائی گئی بارودی سرنگوں کی مانند ہیں کہ جس نے بھی ان پر قدم رکھا وہ برباد ہوگیا۔ شیطان کی خطرناک اور ایمان لیوا چالوں سے ہم اللہ قوی وعزیز کی پناہ مانگتے ہیں اور ان کی نشاندہی کیلئے اس کی مدد طلب کرتے ہوئے اس کی پاک کتاب قرآن مجید فرقان حمید کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کتاب مقدس میں شیطان کا ذکر سب سے پہلے عالم ارواح میں ہونے والے اس واقعہ کے بعد سامنے آتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی برتری تسلیم کرنے اور اسے سجدہ کرنے سے انکار کردیا۔ قرآن کریم کے شروع ہی میں آتا ہے:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

(البقرہ:۳۴)

ترجمہ: ''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آ کر کافر بن گیا''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب خلافت ارضی کا منصب حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمادیا تو اس پر شیطان نے جو ردِ عمل ظاہر کیا قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس کا ذکر آیا ہے۔ ان کا بغور مطالعہ کرنے سے جو نکتے واضح ہوتے ہیں ان کو ہم علیحدہ علیحدہ ترتیب سے بیان کریں گے تا کہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ ابلیس کا ہر نقش قدم گمراہی کا منبع اور فساد کی جڑ ہے۔

(۱) ابلیس نے بغاوت کی ابتداء کرتے ہوئے سب سے پہلا قدم جو اٹھایا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اس نے ماننے سے انکار کردیا۔ حالانکہ اس واضح حکم کی بلا چون و چرا اطاعت ہونی چاہیے تھی۔ اس سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہمیں بھی محتاط رہنا چاہیے کہ اللہ کے دیئے ہوئے کسی بھی حکم کی ہم سے خلاف ورزی سرزد نہ ہونے پائے ورنہ ابلیس کی طرح ہم بھی اللہ سے دور ہوتے جائیں گے۔

(۲) اوپر دی گئی آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ اس نے انکار کیا اور غرور و تکبر میں آ کر کافر بن گیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اگر چہ ابلیس نے معروف ارکان ایمان یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، رسولوں، کتابوں اور یوم آخرت میں سے کسی کا بھی انکار نہیں کیا تھا پھر بھی اسے کافر قرار دیا گیا ہے۔ ہم میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے واضح دوٹوک اور بار بار تاکید کیے گئے احکام کی تعمیل سے غافل ہو چکے ہیں، ان کے لیے یہ واقعہ ایک انتباہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کر دی وہ کافر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی ہو جانا لیکن اس پر شرم ساری کا اظہار کرنا ایک علیحدہ معاملہ ہے لیکن اللہ ربّ العالمین کے مقرر کردہ فرائض کی فرضیت کو تسلیم نہ کرنا یا فرض مانتے ہوئے بھی تکبر کی وجہ سے ان کی ادائیگی سے انکار کر دینا انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ تھا:

﴿ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ (الحجر:۳۳)

ترجمہ : ”ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں اس بشر کو جس کو آپ نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا، سجدہ کروں! “۔

ابلیس نے تکبر کی وجہ سے مٹی گارے کو ادنیٰ جانا۔ کسی بھی مخلوق کو حقیر جاننا اور اس پر اعتراض کرنا اس کے خالق پر اعتراض کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ظاہر پرستی کا مظاہرہ کیا کیوں کہ اس نے نہ تو مٹی کے اندر چھپی ہوئی طاقتوں اور برکتوں پر غور کیا اور نہ اس باطنی فضیلت اور استعداد کا عرفان حاصل کر سکا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اس اندازِ فکر نے انسانوں میں بھی جوہر قابل کی بے قدری اور مردم شناسی کو فروغ دیا ہے۔ زبانی دعوؤں، جسمانی رعب داب، ظاہری شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ کو ہی عزت و عظمت کا معیار سمجھ کر کردار و شرافت اور زہد و تقویٰ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے

عنانِ اقتدار نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جاتی اور اللہ کی زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

(۴) ایک دوسرے مقام پر اسی واقعہ کو ذرا مختلف انداز سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ﴾ (الاعراف:۱۲)

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میں نے تجھے حکم دیا تو پھر کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا؟ اُس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔''

اس آیت کے پہلے حصے میں ہی ایک اصولی سبق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود کوئی حکم فرمادیں تو اس کی تعمیل کی راہ میں کسی بھی چیز کو حائل نہیں ہونا چاہیے۔ بندے کا کام ہی یہ ہے کہ اپنے آقا کے حکم کو ذوق و محبت کے ساتھ فوری طور پر بجالائے اور اللہ کے حکم کی بجا آوری کی راہ میں حائل ہونے والی تاویلوں کو اپنے نزدیک بھی پھٹکنے نہ دے۔

(۵) آگ اور مٹی دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر قسم کی فضیلت اور خیر و خوبی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے جتنی اور جیسی چاہے عطا فرمادے۔ ابلیس نے اپنے زعم میں خود ہی آگ کو بہتر جان کر پیدائشی فضیلت کا راگ الاپا اور رنگ و نسل کی بنیاد پر افتراق پیدا کرنے کی بنیاد ڈالی۔ ابلیس کے بوئے ہوئے اس شجر خبیثہ کی وجہ سے انسانیت جو ایک کنبہ کی طرح ہونی چاہیے تھی، رنگ، نسل، زبان اور وطن کے بتوں کی پرستش کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے۔ ایک ہی باپ کی اولاد ہونے کے ناطے سے بھائیوں کی طرح مل جل کر رہنے کی بجائے باہم دست و گریبان ہے۔ اس فتنۂ امن سوز نے انسانی تاریخ کو ظلم و ستم کی ان گنت داستانوں اور خوں ریز جنگوں سے داغدار کر رکھا ہے۔

(۶) ہر مخلوق کا وجود اور اس کے اندر موجود ہر خیر و خوبی اس کے خالق کی مرہونِ منت ہوتی ہے اس لیے کسی بھی مخلوق کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کو ذاتی جان کر عجب و غرور میں مبتلا ہو جائے۔ اوپر دی گئی آیت مبارکہ میں ابلیس اس حقیقت کو تسلیم بھی کر رہا ہے

کہ مجھے آپ ہی نے آگ سے پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام کو آپ نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ ان الفاظ ہی سے یہ امر واضح ہو رہا ہے کہ اس کا آگ سے پیدا کیا جانا کسی استحقاق کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کی مرضی پر منحصر تھا لیکن ابلیس کا اس امر کو اللہ کی قدرت اور کمال ماننے کی بجائے اپنی ذاتی خوبی سمجھ لینا ہی کفر کا ارتکاب تھا۔ انسان کو بھی چاہیے کہ اپنی تمام تر اہلیتوں اور صلاحیتوں کو بڑی عاجزی کے ساتھ اپنے خالق و مالک کی عطا سمجھے اور کبھی غرور میں مبتلا نہ ہو۔ دنیوی زندگی میں جو عزت ، دولت اور مقام و مرتبہ ملے، اسے بھی اللہ رحمٰن و رحیم کی عطا تصور کرے۔ اللہ کے احسانات اور اس کی بے شمار نعمتوں کے لیے اس کی حمد و ثنا کرتا رہے اور انہیں اپنے لیے امتحان اور آزمائش جانے ۔اسلام کی تعلیم کا یہ نہایت اہم پہلو ہے کہ انسان اپنے آپ کو مال و دولت کا مالک نہیں بلکہ امین جانے اور اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کا تصرف کرے۔ اپنی جان اور مال کا مالک اللہ کو تسلیم کرنا ایمان کا تقاضا ہے اور انہیں ذاتی ملکیت سمجھ کر اپنی من مانی کرنا کفر کی راہ اور دنیا میں فساد کا باعث ہے۔

(۷)　ابلیس نے اللہ کی حکم عدولی کی تو ایک ادنیٰ مخلوق کی حیثیت سے اس کے لیے مناسب روّیہ یہ تھا کہ اپنے کیے پر نادم ہو کر اللہ رحیم و کریم سے مغفرت طلب کرتا لیکن اس نے توبہ کرنے کی بجائے اپنے غلط اقدام کے حق میں منطقی دلائل دینے شروع کر دیے جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے ہمیشہ کے لیے اس پر لعنت مسلط کر دی۔ اس کے برعکس جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام سے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لینے کی خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر کے اللہ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس لیے اولادِ آدمؑ کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ ابلیس کا اتباع کرتے ہوئے اپنے گناہوں کے جواز میں بہانے اور دلیلیں پیش کر کے اللہ کی رحمت سے دور نہ جا پڑیں بلکہ اپنے باپ آدم علیہ السلام کی راہ میں چلتے ہوئے اپنے گناہوں پر صدقِ دل سے توبہ کر کے معافی مانگ لیا کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے اور غلطیوں، خطاؤں اور گناہوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔

(۸) ابلیس نے اپنے آپ کو نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ملائکہ کی جماعت سے بھی بہتر اور افضل گمان کیا۔ اس کی سوچ اگر اس طرح کی نہ ہوتی تو وہ فرشتوں کا ساتھ دیتے ہوئے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا حالانکہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور ابلیس آگ سے پیدا کیا گیا تھا۔ وہ خود بینی کی دلدل میں ایسا پھنسا کہ نور اور نار کے فرق کو بھی بھول گیا۔ ذاتی فضیلت کا بھوت اس پر اس طرح سوار ہوا کہ فرشتوں کی مقدس جماعت پر نا اتفاقی اور نا فرمانی کا داغ لگا کر ان سے علیحدہ ہو گیا۔ انسانوں میں بھی ہمچو ما دیگرے نیست کے جنون میں مبتلا ہو کر اپنے ہی توہمات میں گرفتار ہو کر رہ جانے والے بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں۔ وہ ہر ایک پر اپنی فضیلت اور بزرگی کا رعب جھاڑتے اور اپنے ہر کام اور کلام کے لیے داد کے طالب ہوتے ہیں۔ کسی امیر کے ماتحت ہو کر کام کرنا یا کسی تنظیم کے قواعد و ضوابط کا پابند ہو کر رہنا ان کی آزاد طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہے وہ ہر جگہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا کر رہنا پسند کرتے ہیں اور بدنظمی کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے دست شفقت کے سائے سے جو کہ جماعت پر ہوتا ہے محروم رہ جاتے ہیں۔

(۹) شیطان نے اللہ احکم الحاکمین کی نافرمانی کر کے لعنت کا طوق گلے میں پہن لیا۔ خود وہ گمراہ اور مردود ہوا ہی تھا لیکن اس پر بس نہیں کی بلکہ 'ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے، والی روش کا انتخاب کیا اور اولاد آدم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹانے کے لیے سرگرم عمل ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اس منفی اور تخریبی مشن کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ سے طویل مہلت طلب کر لی۔ ابلیس کے ڈالے ہوئے وساوس کے زیر اثر بعض انسان بھی اسی روش پر چل نکلتے ہیں۔ جب ان کے اپنے قلبی اور روحانی امراض حد سے بڑھ جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے خالق و مالک ربّ کی طرف رجوع کریں وہ اپنے باطل عقائد پر اڑ جاتے ہیں اور اس طرز زندگی کو اپنی انا اور غیرت کا مسئلہ بنا کر اسی کے مبلغ بن کر دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ پوری کی پوری قومیں جس تہذیب و تمدن کی وجہ سے خود غرق ہو رہی ہوتی ہیں، وہ ہزار جتن کر کے دوسروں کو بھی یہی زہر کھلانا چاہتی ہیں۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ چونکہ ہر شے کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اس لیے تمام مخلوق کا حقیقی مالک اور معبود اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں بار بار یہ حکم آتا ہے کہ اے لوگو اپنے ربّ کی بندگی کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے کیوں کہ مخلوق کے لیے یہی روا ہے کہ اپنے خالق کے ہر حکم پر اپنا سر بلا چون و چرا خم کر دے۔ ابلیس نے اس روش کو چھوڑ کر آزادیِ افکار کی راہ اپنائی۔ اس نے اپنے خالق کے عشق کا دامن چھوڑ کر عقل و خرد کو اپنا امام بنالیا تو راہ راست سے بھٹک گیا۔ اس نے اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی ناقص رائے کو اوّلیت دے کر تکبر کا ارتکاب کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عقل اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے لیکن اس کا ایک متعین مقام اور محدود میدان ہے اور اسے اس کے اندر اور وحی الٰہی کے تحت رہ کر کام کرنا ہی زیب دیتا ہے۔ انسان کیا ہے اسے کس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا، یہ کہاں سے آتا ہے اور مرنے کے بعد کہاں چلا جاتا ہے اس قسم کے سوالات کا جواب دینا عقل کے دائرہ کار میں نہیں ہے، اس لیے کامیابی اور فلاح کے لیے ضروری ہے کہ انسان ابلیس کی طرح بغاوت کی دلدل میں نہ پھنسے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رحمت بھرے آئین پر حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے عمل کرے۔ اس کے بغیر زندگی کے کسی بھی شعبہ میں حسن و توازن پیدا نہیں ہوسکتا۔ عقل و خرد تو اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ابھی تک مادی اشیاء کی حقیقت تک نہیں پہنچ پائی، اس سے مادہ سے ماورا حقیقتوں کا جواب طلب کرنا عبث ہے۔ فیضانِ سماوی کو نظر انداز کر کے عقلِ نارسا کو اپنا رہنما بنانے والی قوم کا انجام کار ضلالت کے اندھیروں میں گم ہو کر اللہ کے غیض و غضب کی سزاوار ٹھہرے گی کیوں کہ یہ ابلیس کی سجھائی ہوئی راہ ہے۔ بقول علامہ محمد اقبالؒ:

اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیِ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

باباجانؒ نے راقم سے پوچھا کہ تمہارا سویڈن جانے کے پروگرام کا کیا بنا؟ باباجان کو بتایا کہ ویزہ Reject ہو گیا تھا۔ اس کی اپیل کی جو نامکمل کاغذات کی وجہ سے Reject ہو گئی، اب آگے مزید اپیل کی ہوئی ہے۔ دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔ فرمانے لگے؛

چلو! اللہ کرم کرے گا۔ جب ٹائم آئے گا تو پہنچ ہی جائیں گے۔ انشاءاللہ!! یہ سسٹم تو ایسے ہی ہے کہ جب کھانے پینے کا دانہ پانی اُدھر ہو گا تو آدمی چلا ہی جائے گا۔ چلو ادھر اچھا ہے۔ China سے تو اچھا ہے ناں! کوئی بات نہیں، دیر ہو جائے گی تو خیر ہی ہے۔ ادھر اچھا ہے۔ عیسائیوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جو لوگ اچھے ہیں، یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ کچھ نرمی برتیں گے۔ مشرکین اور یہودی تمہارے ساتھ مخالفت کریں گے۔ جو لوگ عیسائی ہیں، ان میں بڑے اچھے لوگ ہیں۔ بزرگ ہیں، جو نرمی کی تعلیم دیتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا ویسے بھی کہا کہ ان کے دل میں نرمی ہے۔ ان کے ماننے والے بھی ویسے ہیں کہ ان کے دل میں نرمی ہے۔ رنگ جو ہوتا ہے، وہ یہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کے ماننے والے جو ہیں، ان میں نرمی ہے۔ ان (عیسیٰ علیہ السلام) میں نرمی تھی تو یہ رنگ آگے چلا کہا کہ وہ تمہارے ساتھ اچھے ہیں۔ ان میں رہبان ہیں، قسیسین ہیں۔ راتوں کو قیام کرتے ہیں اللہ کی آیات پڑھتے ہیں۔ نیکیوں کا حکم کرتے ہیں۔ اچھے بھی بہت ہیں۔ ویسے بھی ظاہر ہے کہ

ہمارے قریب بھی وہی ہیں۔ آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہی آئے، ان کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے۔ انہوں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے یہی کہا کہ میرے بعد آ رہے ہیں، وہ جن کا نام **احمد** ہے۔ وہ میرے بعد آئیں گے۔

یہ جو بات ہے اس پہ میں ان پرانے علماء اور مفسرین سے اختلاف کرتا ہوں کہ اللہ نے یہ کہا کہ جب حضور ﷺ کی اُدھر عالمِ ارواح میں میٹنگ ہوئی تو سب پیغمبروں کو کہا گیا کہ یہ آپ کے دور میں آئیں، جس کے دور میں بھی آئیں، آپ نے اپنی نبوت چھوڑ دینی ہے اور حضور ﷺ پہ ایمان لانا ہے۔ ان سب نے ایسا تسلیم کیا۔ یہ عہد اللہ نے وہاں عالمِ ارواح میں سارے پیغمبروں کی ارواح سے لیا۔

ایک تو پوری انسانیت کا عہد ہوا تاں۔ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔ ایک انبیاء کا ہوا، جس میں اللہ نے انبیاء سے یہ عہد لیا کہ حضور ﷺ جس کے عہد میں بھی آئیں گے، وہ اپنی نبوت چھوڑ کر ان کا کلمہ پڑھے گا۔ وہ انبیاء اپنی اُمت کو بھی بتا جاتے تھے کہ اگر وہ نبی آئیں تو آپ سب نے ان کا کلمہ پڑھنا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ قرآن کریم میں جو ہے وہ جو الفاظ ہیں، وہ ایسے نہیں ہیں۔ یہ جو بات کی گئی ہے کہ تمہارے دور میں آئے یعنی جس کے دور میں آئے، وہ کلمہ پڑھے گا۔ یا یہ کہ وہ امت کو بتا جائے کہ وہ ان نبی کا کلمہ پڑھے۔ ایسا نہیں ہے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ نبی پاک ﷺ تھے۔ وہ جو لکھا ہے کہ

محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

I

وہ شمع محفل ﷺ اور باقی انبیاء سارے In session تھے۔ اللہ نے کہا کہ جب میں تم سب کو نبوت دے چکوں، اور کتابیں دے چکوں۔ تم سب کو، کی بات ہوئی ہے۔ پھر میرا رسول ﷺ آئے جو تصدیق کرے جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے۔ اس سب کی وہ تصدیق کرے گا۔

مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَکُم ۔ (سورۃ النساء ۴۔ آیت ۴۷)

جو تم سب کو دیا گیا ہے، اس کی وہ تصدیق کرے گا۔ یہ لکھا ہے کہ تم سب نے اس پر ایمان لانا ہے، اور اس کی مدد کرنی ہے۔ یہ ہیں قرآن کے الفاظ۔ یہ نہیں ہے کہ جس کے عہد میں آئے اس نے ایمان لانا ہے بلکہ لکھا ہے کہ جب میں تم سب کو کتابیں اور جو کچھ دینا ہے، دے چکوں تو اس کے بعد وہ آئے گا۔ ان سب کے بعد وہ آئے گا اور تم سب نے اس پر ایمان لانا ہے ایک کا نہیں کہا، جس کے دور میں وہ آئے بلکہ تم سب نے اس پر ایمان لانا ہے اور اس کی مدد کرنی ہے۔ انہوں نے عہد کیا تو اللہ نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں بھی اس پر گواہ ہوں۔ عالم ارواح میں یہ عہد نامہ اللہ نے انبیاء سے لیا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ باقاعدہ ایک عہد نامہ لے، اتنا Precaution دے اور پھر وہ واقعہ ہو ہی نہ؟ کسی نبی علیہ السلام کے دور میں حضور ﷺ آئیں ہی نہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا پیش بندی کرے اور وہ ہو ہی نہ۔ یہ باتیں کوئی Estimated تھوڑا ہوتی ہیں کہ چلو جی شاید ہو جائے۔ اللہ کے تو پکے کام ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کا آنا ویسے ہی ہوا جیسے طے شدہ تھا۔ آپ ﷺ اسی وقت آئے جب سارے پیغمبروں کو کتابیں مل چکی تھیں، سب آ چکے تھے، پھر آپ ﷺ آئے۔ اللہ نے اسی آیت میں آگے کہا کہ تم سب نے اس پر ایمان لانا ہے۔ تم نے اس کی مدد کرنی ہے۔ کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہا کہ وہ (حضور ﷺ) آئیں گے۔ آخری نبی اس سیشن میں جو سب سے Junior تھے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، جنہوں نے سب سے بعد میں آنا تھا۔ وہ Last تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ میرے بعد وہ آ رہا ہے۔ اس کا نام احمد ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے بعد آنا ہے تو اب وہ آئے گا۔ میں جاؤں گا تو وہ آئے گا۔ Bible میں بھی لکھا ہے؛ میرا جانا بہتر ہے، میں جاؤں گا تو وہ آئے گا، جس کے منہ سے اللہ کلام کرے گا۔ اس کے منہ سے اللہ کا کلام نکلے گا۔ مطلب یہ کہ براہِ راست وہ اللہ کا کلام بولے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں جاؤں گا تو وہ آئیں گے۔ یعنی یہ اس ٹائم کے مطابق ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جس نبی کے دور میں آئے وہ اپنا کلمہ چھوڑ دے اور اس کی اطاعت کرے۔ ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا ہوا۔

نہ ایسے ہوسکتا تھا کہ اللہ پیش بندی کرے اور وہ واقعہ ہو ہی نہ۔ یہی کہا تھا کہ سب سے بعد میں آئے گا۔ سید الانبیاء ہوگا۔ جو کچھ تمہیں دیا ہے، اس کی تصدیق کرے گا۔ امت مسلمہ ہی ہے جو تمام انبیاء پہ ایمان لاتی ہے۔ تمام کتابوں پر ایمان لاتی ہے۔ یہ جب تک نہیں کرتے آپ مسلم نہیں کہلاتے۔ آپ کو آمنتُ باللہ وملائکتہِ و کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ یعنی سبھی پر ایمان لانا ہے، تب ہی آپ مسلمان ہیں۔

حضورﷺ کے بارے میں ایک کتاب میں بھی تحریر ہے جو ہم لوگوں نے انڈیا سے منگوائی تھی۔ اس کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ اس میں لکھا تھا کہ ہندو جو ہیں یہ Claim کرتے ہیں کہ سب سے قدیم کتاب ہمارے پاس ہے، جو وید ہے یا جو بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی جو سب سے قدیم کتاب ہے وہ ہمارے پاس ہے۔ ہے بھی یہی کہ ان کی کتاب بہت پہلے کی ہے۔ ان سے پوچھو کہ کتاب تو چلو یہ اللہ کی ہے لیکن ان سے پوچھو کہ تمہارا نبی کون ہے؟ تو ان کو اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ ان کی کتاب میں نوح علیہ السلام کا ذکر ہے کہ نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی، اس میں تیس یا ستر نیک لوگ تھے، وہ اس میں سوار ہو گئے۔ اس کشتی کا ذکر ہے مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارا نبی کون ہے؟ کسی نے یہ ایک چیلنج کے طور پر لکھا تھا کہ اگر کسی ہندو سے پوچھیں کہ آپ کا پیغمبر کون تھا تو نہیں بتا سکتے کہ یہ 'وید' جو ہے یہ کس پیغمبر پر اُتری؟ ان کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت گواہی دے گی جو کہ ساری کتابوں پر ایمان لائی ہے۔ میری امت گواہی دے گی کہ یہ کتاب جو ہے، ان کے نبی کون تھے؟ مسلمان بتا سکتے ہیں کہ ان کے نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں جو اتنے سو سال زندہ رہے۔ اتنا وعظ کیا۔ ان کے پاس اللہ کا کلام ہے۔ اس پہ گواہی ہے حضورﷺ کی، ساتھ ہماری گواہی ہے۔ ابھی تک ان کا نبی Lost ہے۔ کون سا رسول ہے؟ یہ نہیں پتا۔ کتاب ہے لیکن اس رسول کا نام نہیں پتا۔

ادھر ایک مڑھیلہ شریف ہے یا پتا نہیں کون سی جگہ ہے جدھر ایک لمبی قبر ہے۔

یہاں ستر گز لمبی قبر ہے، کہتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کی ہے۔اس کتاب میں بھی لکھا ہوا تھا کہ جب یہ قبر تھی، ہندو یہاں تھے تو وہ بھی یہاں آتے تھے۔مسلمان بھی زیارت کرتے تھے اور ہندو بھی اس قبر پر حاضری دیتے تھے۔ہندوؤں کی نوح علیہ السلام کے ساتھ عقیدت ہے۔ان کی کتابوں میں ان کی کشتی کا بھی ذکر ہے۔قرآن میں تنور کا ذکر آتا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ (سورۃ ھود ۱۱۔آیت ۴۰)

تنور نے جوش مارا۔نیچے سے پانی نکل آیا اور اوپر سے پانی برسا۔تفاسیر میں اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے کہ یہ اماں حوا کا تنور تھا۔یہ باتیں ایسے ہی ہیں،اماں حوا کو اور ان کی آل اولاد کو بھی پتا نہیں روٹی ملی ہے کہ نہیں۔انہیں سینکڑوں سالوں کے بعد کہیں جا کے روٹی پکانی آئی ہوگی۔انسان کو یہاں تک پہنچنے میں صدیاں لگی ہیں۔

اس مصنف نے کہا کہ نہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ تنور سے پانی نکلا اور وہ اماں حوا کا تنور ہے۔ اس نے انڈین ریلوے کا ٹائم ٹیبل لیا جس میں سارے اسٹیشنز کے نام لکھے ہوتے ہیں۔اس میں اسے ایک اسٹیشن مل گیا جس کا نام 'تنور' تھا۔یہ Southern India میں ایک جگہ کا نام ہے۔ 'تنور'۔وہاں یہ ساحلی علاقہ تھا۔اس نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ یہاں ہی کہیں ہوں۔ان کا بیٹا بھی حام علیہ السلام تب ہی ہوسکتا ہے اگر وہ ادھر ہوں۔اس مصنف نے اس Possibility کا اظہار کیا کہ شاید وہ ادھر ہی ہوں، اور یہاں نیچے سے بھی پانی نکلا ہو اور اوپر سے بھی پانی برسا ہو، اور یہ سارا علاقہ Sink کر گیا ہو۔ان (ہندوؤں) کی اس میں اپنی Explanations ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک مسلمان امت ہے۔اللہ نے مسلمانوں کو اور ہندوؤں کو یہاں پر اکٹھا کر دیا ہے۔یعنی جو قوم اپنے نبی کو نہیں مانتی اس کو بھی اور جو ان کی گواہی دے گی ان کو بھی یہاں اس براعظم میں گواہی دینے کے لئے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔اس کتاب میں یہی لکھا تھا کہ نوح علیہ السلام کا ذکر ان ہندوؤں کی کتاب میں ہے کہ انہوں نے کشتی بنائی اور ایسے یہ وہاں پر گئے، لیکن اپنے پیغمبر کو یہ پہچانتے نہیں ہیں کہ وہی ہمارے پیغمبر ہیں۔

ایک ایڈووکیٹ صاحب ہیں زمان کھوکھر، ان کی ایک دو کتابیں دیکھیں۔ گجرات کے اولیاء اور مزارات پر اس نے کافی لکھا تھا۔ اس نے بھی ایک دفعہ ان کا ذکر کیا اور لکھا کہ یہ جو مزارات لمبے ہوتے ہیں نو(۹) گز، یا ستر(۷۰)، ستر(۷۰) گز کے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ اتنے لمبے تھے کہ ان کا قد ستر(۷۰) گز تھا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کو پہلے یہ اونچی عمارتیں بنانا نہیں آتا تھا۔ یہ اونچی بلڈنگ بنانی نہیں آتی تھی تو وہ قبر کو لمبا کر دیتے تھے کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اس وقت یہ گنبد بنانے کا طریقہ نہیں آتا تھا تو وہ لوگ قبر کو لمبا کر دیتے تھے کہ یہ قبر کسی بزرگ کی ہے۔ یہ جو آٹھ(۸) فٹ، دس(۱۰) فٹ، بارہ(۱۲) فٹ، یا نو(۹) گز کی بنا دی تو یہ اتنے لمبے قد نہیں تھے۔ انسان کو ابھی گنبد بنانے کا طریقہ نہیں آیا تھا۔

نبی پاک ﷺ کے روضہ پاک کا گنبد ڈیڑھ سو سال یا ڈھائی سو سال بعد بنا ہے۔ یہ تو پہلے ایک کمرہ تھا، جو حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ اس کے اندر بنایا گیا تھا۔ وہ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا تھا کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ادھر آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں فوت ہوئے تو وہیں چارپائی اُٹھا کر اسی جگہ قبر کھودی گئی، وہیں دفن کیا گیا۔ مطلب یہ کہ پہلے وہ ایسے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اس کی Plain چھت تھی، یہ تو بعد میں بنا۔ کسی سٹیٹ کے بادشاہ نے یہ بنوایا تھا۔ کسی بھائی نے وہاں بیٹھے ہوئے کہا کہ یہ نورالدین زنگی نے کیا۔ بابا جانؒ نے فرمایا کہ نہیں نہیں، وہ نورالدین زنگی نے تو سیسہ بھرا تھا۔ اسے خواب میں رسول اللہ ﷺ ملے کہ ایسے ایسے ہے۔ تین مرتبہ خواب آیا تو پھر وہ آئے۔ وہ بندے پکڑے بھی گئے۔ وہ تو ایک معجزہ تھا۔ وہ جو تھا جب اس نے یہ گنبد بنایا تو اس کو فالج ہو گیا یا کیا ہوا تو سارے لوگوں نے کہا کہ اس نے غلط کام کیا، اس نے نیا کام کیا ہے۔ پہلے یہ گنبد نہیں تھا، اس نے یہ ایسے کر دیا، اس کو ایسے ہی رہنے دینا چاہئے تھا۔ اس نے کیوں بنایا۔ بعد میں چلو رنگ بھی بدلتے رہے، کبھی یہ سفید تھا، پھر سبز ہو گیا اور پھر سبز ہی تک گیا تو یہ سب بعد میں ہوا۔

ان ایڈووکیٹ صاحب نے کہا کہ پہلے انسان کو یہ بلند عمارتیں بنانے کا سلیقہ نہیں آتا تھا

تو اس وقت یہ تھا کہ قبر کو لمبا کر دیتے تھے ورنہ نارمل قد آدم علیہ السلام کا یہی رہا ہے۔ کتنے ڈیم کھودے گئے۔ ان میں کئی مردے نکلے پرانے پرانے سب ایسے ہی تھے۔ Scientific یہی بات ہے۔

کسی بھائی نے کہا کہ پہلے یہ جو لوگ ٹولیاں بنا کر نکلتے تھے۔نو،نو یا دس،دس تو کہتے ہیں کہ ان کے نام پر یہ ہو گیا نو گزے بزرگ اور گیارہ گزے بزرگ، ورنہ انسان ہماری طرح ہی تھے جس نام کی ٹولی ہوتی، جہاں جو فوت ہوتا تو اسے وہاں دفنا دیتے اور اس کو وہی نام دے دیتے تھے۔دوسرے بھائی نے کہا کہ پہلے ۹ غازی ہوتے تھے تو پھر لوگوں نے ۹ گزی بنا دیا۔

بابا جانؒ فرمانے لگے کہ ویسے وہ عاد کا ذکر آتا ہے قرآن میں اور وہاں لکھا بھی ہے کہ بڑے طاقتور تھے۔یہ لکھا ہوا ہے کہ

اَلَـمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِیْ الْبِلَادِ۔ (سورۃ الفجر ۸۹۔آیات ۵۔۸)

ہم نے ان کی مثل کسی شہر میں بندہ پیدا نہیں کیا۔کہیں نہیں جیسے وہ تھے۔یہ قرآن میں بھی ہے کہ ان کی مثل پیدا نہیں کیا اور وہ خود بھی کہتے تھے کہ ہم سے طاقتور کون ہے؟ جیسے آج ہر ملک کہتا ہے کہ .We are the most powerful ہمارا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ انہوں نے بھی کہا تھا کہ کون ہمارا مقابلہ کرسکتا ہے؟ اللہ نے ان کو جواب دیا کہ وہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ ان کو عذاب آیا تو لکھا ہے کہ سات راتیں اور آٹھ دن ہوا کا عذاب مسلط رہا۔جیسے یہاں سمندر چڑھ آتا ہے ناں۔ویسے وہ امریکن ڈر رہے ہیں کہ اس نے ایک دن ہم پہ چڑھ جانا ہے۔ ہمیں Dip دے دے گا اللہ میاں۔پہلے بھی ایک دفعہ آیا تھا۔سمندر چڑھ گیا،اور جہاز خشکی پر آ گئے اور کاریں درختوں پر چڑھ گئیں۔پھر انہوں نے اللہ اللہ کے بورڈ لکھ کر لگائے موٹر ویز اور ہائی وے پر۔ God save us۔ڈرتے ہیں ویسے کہ ہمیں شک ہے کہ کہیں ایسا کوئی طوفان نہ آجائے۔ سونامی بھی وہیں سے نکلا ہے۔ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی ایسا سونامی نہ آجائے جو ہمیں Dip کر دے۔

ان عاد کا بھی اللہ کہتا ہے کہ جب سونا می چلی ناں ہوا کی ۔ یہ آٹھ دن اور سات راتیں رہی ۔ وہ ایسے پڑے تھے جیسے کھجور کے تنے گرے ہوئے ہوں ۔ لمبے قد تھے ان کے ظاہر ہے ایسا ہی لگتا تھا کہ جیسے کھجور کے تنے گرے ہوئے ہوں ۔ وہ ایسے تھے بڑے بڑے ۔ ابھی سال دو سال پہلے نوائے وقت میں تصویر آئی ۔ جنرل ناصر جو تھا وہ آئی ایس آئی کا سربراہ اس کی طرف سے ایک مضمون دیا گیا تھا ۔ ان کا جنرل آصف صاحب کے ساتھ آنا جانا تھا ، جنرل صاحب بعد میں تبلیغی جماعت میں شامل ہو گئے تھے ۔ انہوں نے تصویر بھیجی تھی اور قوم عاد کے بارے میں ایک مضمون لکھا تھا ۔

یہ کہتے ہیں کہ ادھر یمن میں ایک Exercise ہو رہی تھی ایئر فورس کی Bombing کی ۔ وہ Bomb ڈراپ کر رہے تھے اور ساتھ ہی آندھی بھی چل رہی تھی ۔ بم ڈراپ ہوا ۔ ساتھ آندھی جو چلی ہوئی تھی اس نے بم سے اڑنے والی ریت جو ہے یہ اڑا کر باہر پھینک دی ۔ یہاں ایک Dead body مل گئی ۔ اس کی تصویر ہیلی کاپٹر سے لی ہوئی تھی ۔ یہ تصویر وہ لے آئے ۔ ہم نے مجلّہ میں بھی وہ مضمون دیا تھا ۔ اس کی اخبار میں تصویر دی ہوئی تھی کہ یہ ہیلی کاپٹر سے لی گئی ہے ۔ انہوں نے لکھا کہ اس کی کھوپڑی اتنی بڑی ہے کہ ہم جیسے ایک نارمل انسان کی تیس کھوپڑیاں اس میں سما سکتی ہیں ۔ اتنا بڑا سر تھا کہ اس میں تیس (۳۰) انسانی کھوپڑیاں سما سکتی ہیں ۔ تصویر میں دوسری طرف ایک نقطہ سا لگا ہوا تھا کہ یہاں آدمی کھڑا ہوا ہے ۔ یہ اس کے ساتھ کھڑا ہے دوسری طرف دیکھنے کے لئے اس کے ساتھ کوئی چھے (۶) فٹ کی سیڑھی لگاؤ تو پھر دوسری طرف نظر آتا ہے ۔ اتنی Huge body تھی وہ ۔ یہ مضمون اس میں آیا ہوا تھا اور لکھا ہوا تھا کہ یہ قوم عاد ہے ۔ جو اللہ نے کہا ہے کہ اس کی مثل کوئی نہیں پیدا کیا ۔ جو کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے ۔ امریکن اسی وقت پہنچ گئے ۔ وہاں پہرہ لگا دیا اور وہ Dead body اپنے ساتھ اُٹھا کر لے گئے ۔ انہوں نے اگر وہ کلوننگ کر لی تو پھر؟

ایک بھائی نے کہا کہ ہو سکتی ہے ۔ بابا جانؒ نے فرمایا کہ ظاہر ہے ٹیکنالوجی تو آ گئی ہے

اس کو منع کیا کہ کلوننگ نہیں کر سکتے لیکن وہ لے تو گئے اپنے ساتھ اس کو۔ جنرل ناصر نے ہی یہ مضمون لکھا تھا۔ بڑی Authentic بات ہے۔ غلط بھی نہیں ہے کہ ایسے ہی کہانی ہے۔ انہوں نے لکھا کہ اللہ نے ظاہر کر دیا ورنہ ہم جو سیاسی بات کرتے ہیں کہ جی اتنی دنیا کھودی ہے، اتنے ڈیم کھودے ہیں لیکن کہیں بھی ہمیں ایسا انسان نہیں ملا۔ یہی سائز ہے پرانے سے پرانے انسانوں میں۔ ایسے ہی انہیں ایک پرانی باڈی ملی اس کا نام انہوں نے لوسی 'Lusi' رکھا۔ اس کا پانچ فٹ، چار انچ قد تھا۔ اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس بیماری سے یہ مری۔ یہ تھا اور وہ تھا۔ قدیم ترین ڈھانچہ وہ ملا۔

مطلب یہ کہ وہ لمبے لمبے اور موٹے موٹے کوئی انسان نہیں تھے۔ سب ایسے ہی ہیں۔ لیکن یہ اللہ میاں نے ایک نمونہ نکال دیا۔ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی مثل ہم نے کوئی نہیں بنایا۔ یہ Concept تھا کہ اللہ ایسا کرتا ہے۔ انہوں نے بھی کہا کہ ہم جیسا کون ہے طاقتور۔ اب اتنا بڑا انسان، جس کا سر اتنا بڑا ہے، تو لمبائی کتنی ہوگی؟ پھر وہ بھی کہتے ہیں کہ اتنے لمبے لمبے انسان تھے تو ان کی کوئی بلڈنگ بھی ہوتی ہوگی اتنی بڑی۔ جس کے دروازے اتنے اونچے اونچے ہوتے ہوں گے۔ چوڑے بھی ہوتے ہوں گے۔ وہ بھی پتا نہیں کہ کہیں ملی ہے کہ نہیں ملی۔ کہاں رہتے تھے؟ بہر حال وہ مضمون آیا، وہ بڑا اچھا تھا۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام: سیّد غلام محمد شاہ

مورخہ: 29.12.1999

السَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه!

آپ کا پریم پتر ملا۔ میں آپ سب بھائیوں کو اپنی دُعاؤں میں شامل رکھتا ہوں اور سب کیلئے دُنیا اور روحانیت میں ترقی کے لئے التجائیں کرتا رہتا ہوں۔ یہ میرا فرض بھی ہے اور مجھے اس طرح کرنا اچھا بھی لگتا ہے۔

یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کر رہے ہیں۔ آپ اس عزم پر قائم رہیں کہ نماز کسی بھی حال میں ترک نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاحب ارادہ پیدا فرمایا اور اسے اختیار و انتخاب کی آزادی سے نوازا۔ اسی وجہ سے انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اور اسے جزا و سزا دی جائے گی۔ یہ تو بڑی سادہ سی حقیقت ہے کیونکہ کفار اور بے دین لوگ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور اسی لئے یہ معاشرے میں جرائم کرنے والوں کیلئے سزائیں مقرر ہیں۔

قبلہ حضرت بانیٔ سلسلہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اختیاری کاموں کیلئے دُعا نہیں ہوتی اور نماز بھی اختیاری فعل ہے اور انسان بڑی آسانی سے اُسے ادا کرسکتا ہے۔ یہی چیز توفیق الٰہی ہے کہ کسی کام کو سرانجام دینے کیلئے ذرائع اور سہولتیں میسر آجائیں۔ نماز ادا کرنے میں سوائے بے ہوشی اور پاگل پن کے، کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اس لئے یہ بھی مومن پر ہر حال میں فرض ہے، جب تک اس کے ہوش و حواس قائم ہوں۔ اسلام کے دوسرے ارکان اس طرح فرض نہیں ہیں۔ ان کے ادا کرنے کیلئے کئی شرائط ہیں، جب تک وہ پوری نہ ہوں وہ فرض ساقط رہتا ہے۔

اسی طرح ذکر اذکار کرنا اور کسی سلسلے کے قواعد کی پابندی کرنا بھی ہمارے اپنے بس میں ہے۔ قبلہ حضرت عبدالحکیم انصاریؒ نے ''طریقت توحیدیہ'' کے شروع ہی میں نوٹ

لکھا ہے کہ جو آدمی سلسلہ میں شامل ہونا چاہے وہ اس کتاب کو پڑھ لے۔ اگر وہ ان باتوں پر عمل کر سکتا ہے تو شامل ہو جائے ورنہ نہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ کرنا انسان کی اپنی مرضی اور ہمت پہ ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس تعلیم پر عمل کر سکتا ہوں، وہ آ جائے۔

آپ جواں آدمی ہیں اگر ہمت کریں تو ''ہے **عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل**''

بزرگ فرماتے ہیں: ''ھمت''ہی وہ اسم اعظم ہے جس سے جو چاہیں حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ نوجوانوں کو ستاروں پر کمند ڈالنے والے بلند ہمت مومن بنائے تا کہ دنیا میں پھر سے اللہ کا دین غالب آ جائے۔ آمین!

حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام کی عظیم الشان عمارت پانچ بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہے، ان میں نماز کو اہم ترین اور مسلم کی پہچان فرمایا۔ اگر عمر بھر نہ تو یہ پہچان پختہ ہوا اور نہ ہی بنیادیں مکمل ہو سکیں تو پھر اخلاق و کردار اور محبت و صداقت والی عمارت کیسے مکمل ہو گی!

آپ ہمارے ساتھ پریم رکھیں گے تو دُعاؤں کے علاوہ اور بہت کچھ ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مرادیں پوری فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ماہ رمضان کی برکتوں اور عید کی مسرتوں سے نوازے۔ آمین!

والسلام

مورخہ: 09.10.1999

السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه!

آپ کا خط تو کافی روز پہلے ملا تھا، ایڈریس نہ ہونے کی وجہ سے جواب تحریر نہ کر سکا، اب پرانے پتہ پر جواب لکھ رہا ہوں۔

لسوڑی میں پہلی ملاقات تھی تو اس لئے آپ کو اس کے اثرات عجیب اور زیادہ محسوس ہوئے۔ محبت میں پہلی ملاقات ہمیشہ خاص اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اگر سالک صحیح طور پر تعلیم پر عمل شروع کر دے اور اس پر استقامت دکھائے تو ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے

بہتر تو یہی ہوتا ہے کہ اگر کسی بزرگ کے ساتھ عقیدت ہو جائے اور ان کی محفل میں دل کی کیفیات بدل جائیں تو ان سے با قاعدہ ذکر کرنے کی اجازت حاصل کی جائے اور طالبان میں شامل ہو جائیں۔ اس طرح بندہ سلسلہ سے منسلک ہو جاتا ہے اور سلسلے کے تمام بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اگر ملاقات کے بعد بھی عمل میں سستی دکھائی جائے تو پھر رابطہ کمزور ہو جاتا ہے اصل بات تعلیم پر عمل کرنا ہے۔ عمل کرنے ہی سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ بانیٔ سلسلہؒ کے خطوط غور سے پڑھتے رہیں ان میں بڑے کام کی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ کے والد محترم سلسلہ توحیدیہ کے پرانے بھائی، بانیٔ سلسلہؒ سے فیض یافتہ اور ان کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے والے فقیر ہیں سارا دارومدار "قلب" پر ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس پر اپنی محبت کی تجلّی ڈال دے تو پھر انسان کے معاملات کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ اسے "**حال**" اور "**کیفیت**" کا نام دیا جاتا ہے۔

حضورﷺ کے صحابہؓ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے مقبول بارگاہ نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے منفرد تھے۔ ہمارا اور عاشق حسنین شاہ صاحب کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مزید محبت عطاء فرمائے اور اپنی مخلوق کی اصلاح کی توفیق دے۔ آمین!

اچھا ہوا آپ بھی سماع و ذکر کی محفل میں شریک ہو گئے۔ اُمید ہے، لطف اندوز ہوئے ہونگے اور اُمید ہے رحمت اللہ شاہ، عبداللہ شاہ اور دیگر برادران حلقہ سب بخیریت ہونگے۔

والسلام

نوائے عارف

''موجودہ مشینی دور اور اللہ کے ذکر کیلئے وقت''

(قبلہ محمد یعقوب خان :شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

بانی سلسلہ قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے ہمیں نہایت مختصر سے ذکر تعلیم فرمائے ہیں:

نفی اثبات، روزانہ صرف ایک تسبیح لا الٰہ الا اللہ، خشوع خضوع کے ساتھ، کوشش کریں نفی کریں تو ذہن بالکل صاف ہو blank paper ہوجائے۔ اثبات کریں تو سمجھیں کہ اللہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اللہ ہی اللہ ہے، یہی تکرار کرنی ہے۔ نفی اور اثبات کے درمیانی وقفہ کو آہستہ آہستہ بڑھاتے جائیں۔ پہلے ایک سیکنڈ پھر دو سیکنڈ پھر تین سیکنڈ ،قبلہ انصاری صاحبؒ نے پانچ سیکنڈ تک لکھا ہے۔ یہی اصل چیز ہے جس سے آپ کا لاشعور کھل جاتا ہے، پھر آپ کو عقل سے ماوریٰ باتیں معلوم ہونے لگ جائیں گی۔ یہ ذکر ہم ایک تسبیح کرتے ہیں، سات سے آٹھ منٹ لگتے ہیں۔ اوّل وآخر درود شریف تین، پانچ، سات مرتبہ جتنا وقت ہو آپ پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ کو شجرہ یاد ہو تو شجرہ پڑھ لیں اور توجہ لے کر فاتحہ پڑھ لیں۔ ٹوٹل آدھا گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فالتو ٹائم ہم آپ سے نہیں مانگتے۔ باقی رہا دوسری تعلیم کا ذکر، جیسے میں نے ذکر سے پہلے بتایا تھا پاس انفاس کے بارے میں، جو اللہ کا حکم ہے۔ اب تک جتنے بھی فقرا گزرے ہیں سب نے یہ تعلیم دی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کریں، دل میں آواز نکالے بغیر۔ قرآن میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف: 205)

"اپنے ربّ کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ آواز نکالے بغیر صبح وشام یاد کرو اور غافلوں میں سے مت ہونا"۔

یہی تعلیم ہم دیتے ہیں، سب فقراء نے آج تک اپنے اپنے سلسلہ میں تعلیم کے مطابق دی ہے۔اس کے لیے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے۔جو آپ کے پاس available وقت ہے اسے اللہ کی یاد کے لیے دینا ہی دینا ہے۔ہم دنیا کے کاموں کو ترجیح دیتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اپنے دنیا کے کام محنت اور لگن سے کریں۔حلال رزق کمانے کو ہم عین عبادت سمجھتے ہیں۔اور جو فرائض منصبی اس کے ذمہ ہیں ان کو پوری طرح اور پوری ایمانداری سے کرنے کی ہم تلقین کرتے ہیں۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا کوئی ممبر کام چوری سے کام نہ لے اور یہی تعلیم ہم آگے بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ اس صورت میں جب آدمی فرائض منصبی پورے کرے تو ذکر کرنے کا ٹائم تھوڑا ملتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کوئی بات نہیں، اس کا حل ہمارے پاس ہے۔میں صبح گھر سے نکلتا ہوں، ڈیوٹی کی جگہ پر پہنچتا ہوں، میں دکاندار ہوں دکان پر جاتا ہوں یا میں نے آفس جانا ہے یا میں نے کہیں مزدوری کرنے جانا ہے تو گھر سے اپنے کام کی جگہ تک پہنچنے تک کا جو وقت ہے اس میں میرے پاس کرنے کے لیے اور کوئی کام نہیں ہے۔اس وقت کو میں نے اللہ کی یاد میں لگانا ہے، اور میں دن بھر اس تاک میں رہوں، اپنے کام کے دوران میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوں، کوئی گاہک نہیں تو مجھے اللہ اللہ کرنا چاہیے۔جب گاہک آجائیں تو انہیں ڈیل کروں۔اگر میں آفس میں ہوں، میرے پاس ٹائم ہے تو مجھے اللہ کو یاد کرنا چاہیے۔جب پھر کام آجائے تو مجھے کام میں جت جانا چاہیے۔ بالکل ایک شکاری کی طرح تاک میں رہوں، جونہی مجھے کوئی خالی وقت ملے اسے ضائع نہیں کرنا

چاہیےاور وہ وقت اللہ کی یاد میں صرف کرنا چاہیے ۔اور مجھے یہ تہیہ کرلینا چاہیے کہ میں نے یہ وقت ضائع نہیں ہونے دینا ۔تو حقیقت میں آپ نے اللہ کی یاد کو کوئی الگ سے وقت نہیں دیا ، جو وقت آپ کے پاس بے کار تھا جو ویسے ہی فضول کاموں میں گزر جاتا تھا اسے آپ نے اللہ کی یاد میں لگا دیا اور مقام حاصل کرلیا ۔آپ کچھ عرصہ پانچ چھ مہینے اسی طرح کوشش اور خیال کے ساتھ اللہ کو یاد کریں کہ کوئی بھی فالتو وقت اللہ کی یاد کے بغیر نہ گزرے تو پھر اللہ آپ کو نہیں بھولے گا، اس لیے کہ اللہ خود آپ کو یاد کرنا شروع کردیں گے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں فاذکرونی ،میرا ذکر کرو اذکرکم میں تمہارا ذکر کروں گا ۔پہلا قدم تم اٹھاؤ،شروعات تم کرو ۔تو پھر اللہ خود تمہارا ذکر شروع کردے گا تو آپ کو اللہ کبھی نہیں بھولے گا اور دنیا بھر کی قباحتیں آپ سے دور ہو جائیں گی ۔آپ کو کسی قسم کی فکر نہیں ہوگی ۔آپ کو یقین ہوگا کہ اللہ سب سے زیادہ طاقتور ہے تو آپ اللہ کی protection میں آجائیں گے ۔آپ کو کسی قسم کا خوف ہوگا نہ غم ہوگا۔

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (62) الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ (63) لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيْاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ لاَ تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یونس آیت: 61)

ترجمہ:'' خبردار! بے شک جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ۔جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ۔ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی ۔اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوتیں ۔یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

صدائے حق

(مرکز تعمیر ملت پر توحیدی بھائیوں سے خطاب بتاریخ ۷ جولائی ۲۰۱۹ء)

(عبدالقیوم ھاشمی ۔گوجرانوالہ)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم . امّا بعد . فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. جناب شیخ سلسلہ توحیدیہ محمد یعقوب توحیدی صاحب اور برادرانِ کرام السلام علیکم۔ آج الحمدللہ ہم اپنے اکابرین جناب حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب کی یاد میں اس مجلس کا انعقاد کر رہے ہیں۔اس حوالے سے اظہارِ خیال میں میں سمجھتا ہوں کہ ان کی جو پوری زندگی کی کاوشیں ہیں اور جدوجہد ہے، ہمیں چاہئے کہ اسی کو اپنے اظہارِ خیال میں لے کے آئیں، بار بار اس کا تکرار کریں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات ہیں ان کو بار بار ایک دوسرے کو یاد کرائیں۔کیونکہ الحمدللہ! ہمارے ان بزرگوں نے اپنی نفسی خواہشات سے بالا ہو کر قرآن وسنت کی صحیح تعلیم ہم تک پہنچانے کی کوشش کی۔بانی سلسلہؒ تو فرمایا کرتے تھے کہ اس حوالے سے اگر کوئی سمجھے کہ قرآن وسنت کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کی کوئی بات نہ ہو تو مجھے آگاہ کرے میں خوشی سے اس میں ترمیم کرلوں گا۔یہ بہت بڑے ظرف کی بات ہوتی ہے۔انہوں نے ایک بہت بڑا تحقیقی کام کر کے موجودہ زمانے کے تناظر میں ہمارے لئے یہ ایک آسان طریقے سے ایک عملی حل دے دیا تا کہ اللہ کے مقربین والی جولائن ہے، اس کا حصول ممکن ہو سکے۔اب جس طرح کا یہ دور ہے جس طرح کے اس دور کے تقاضے ہیں اس حوالے سے بہت سی چیزیں ہمارے ہاں حائل ہو جاتی ہیں۔انہوں نے ایک آسان حل ہمیں دے دیا، ایک فارمولا بنا کے دے دیا اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو انشاءاللہ!

اللہ کے مقربین والی اور سابقون والی جولائن ہے اس گروہ میں ہم شامل ہو جائیں گے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے ہم ایک گولی کھاتے ہیں پیناڈول کی۔ سر میں درد ہو رہا ہے، وہ گولی پیناڈول کی لیں، چائے کا ایک کپ پیا تو دیکھیں گے دو گھنٹے میں یہ سر درد ٹھیک ہو گیا۔ آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گئے۔ فریش ہو گئے۔ اب وہ جو گولی ہے وہ ایک نسخہ ہے، ایک فارمولا ہے جس پر کسی نے تحقیق کی ہو گی۔ کسی نے یا بہت سارے سائنس دانوں نے اس پر غور کیا ہو گا۔ یہ ڈاکٹر حضرات جو ہیں انہوں نے اس پر تحقیق کی ہو گی۔ برس ہا برس کی تحقیق کے بعد، اس کے تجربات بھی کسی پر کئے ہوں گے۔ ان تجربات کے بعد جب انہوں نے اس کے مفید یا مضر جو بھی نتائج ہیں ان کو دیکھ کر انہوں نے اخذ کیا کہ اب یہ عام پبلک کے لئے اس گولی کو جاری کیا جائے، کمرشلائزڈ کر دیا جائے۔

جس طرح ہم ایک پیناڈول کی گولی کا ڈاکٹر سے بھی نہیں پوچھتے، وہ گولی کے ساتھ پانی کا گلاس لیتے ہیں اور سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے تو یقین جانئے کہ ہمارے بزرگوں نے دین کے حوالے سے ہمیں جو تعلیمات دی ہیں اسی فارمولے، اسی نسخے کے مطابق انہوں نے تحقیق کی ہے، انہوں نے غور و فکر کیا ہے۔ زمانے کے حالات و واقعات کے مطابق دیکھا ہے اور انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اللہ کا ذکر کس طرح کرنا ہے۔ ذکر کثیر جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس پر آپ نے کس طرح پورا اترنا ہے۔ پاس انفاس ہے، نفی اثبات ہے، یہ کرنا ہے۔ اس کا حاصل کیا ہے۔ اس سے آپ کو کیا حاصل ہو گا۔ اخلاق کا تزکیہ کرنے کی آپ نے کس طرح مشق کرنی ہے۔ یہ ساری چیزیں، یہ سارے Practicals بانی سلسلہؒ نے کیے۔ ان کو ہم اس لئے ایک محقق کے طور پر یاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس پر ریسرچ کی ہے۔ اس حوالے سے آپ دیکھیں کہ یہ جو اللہ کی یاد ہے یہ سب اخذ شدہ قرآن و سنت سے ہے۔ کوئی اس سے باہر نہیں ہے۔ کوئی بدعت والی بات یا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

آپ دیکھیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، نوافل، قرآن پاک کی تلاوت، ٹھیک ہے۔ لیکن

اللہ تعالیٰ نے ذکر کثیر کا حکم بھی دیا ہوا ہے،جس کو ہمارے بعض علماء ضروری نہیں سمجھتے ۔اگر آپ نے وہ سابقون والی لائن پکڑنی ہے ،اللہ سے دوستی والی لائن ،اونچے درجات والی لائن تو یہ کثرت ذکر جو ہے یہ لازمی ہے ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيراً. (سورۃ الاحزاب ۳۳۔آیت ۴۱)

''اے ایمان والو،اللہ کی یاد کثرت کے ساتھ کرو''۔

پھر یہ ہے کہ صرف نماز ہی ذکر نہیں ہے ، ذکر اس کے علاوہ بھی کرنا چاہئے۔ نماز ذکر ہے مگر وہ ایک پیٹرن میں ہے کہ یہ آپ نے پڑھنی ہے تو اسکے لئے وضو بھی کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے آپ کا لباس صاف ہونا بھی ضروری ہے،جگہ بھی پاک صاف پر آپ نماز پڑھیں گے، وہ ایک مخصوص ماحول اور مخصوص وقت کے لئے آپ اس عبادت کو کریں گے۔نوافل کے لئے بھی وہی Conditions ہیں لیکن جو ذکر کثیر یا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اس کے لئے قرآن کریم میں آتا ہے کہ؛

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ. (سورۃ آل عمران ۳۔آیت ۱۹۱)

اسی طرح آتا ہے؛

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ.

(سورۃ النساء ۴۔آیت ۱۰۳)

اس میں بھی وہی بات آئی ہے کہ ''جب تم نماز ادا کر چکو تو اسی طرح کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرو''۔پھر آتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ . وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ. (سورۃ الاعلیٰ ۸۷۔آیت ۱۵-۱۴)

تو اس میں کیا ہے؟وہ فلاح پا گیا۔یقیناً سو فیصد کامیاب ہو گیا۔جس نے اپنے آپ کو سنوارا۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ ۔اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔فَصَلَّىٰ۔اور پھر نماز پڑھی۔ یہ اس کی اصلاح کے لئے نماز اور ذکر کا علیحدہ علیحدہ کہا گیا۔اور بھی آیات ہیں ۔مختصر یہ کہ آپ نے

نماز کے علاوہ بھی اللہ کی یاد کو اپنے اوپر غالب کرنا ہے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ذکرِ کثیر کا جو اطلاق ہوتا ہے وہ اگر آپ چوبیس گھنٹے میں سے بارہ گھنٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ ذکرِ کثیر کی Catagory میں نہیں آتے۔ آپ بارہ گھنٹے اور ایک منٹ اگر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ ذکرِ کثیر والے لوگوں میں شامل ہوں گے۔ تو سابقون والی لائن کے لئے یہ بہت ہی ضروری ہے۔

اب کثرتِ ذکر جو ہے اس میں ہمیں پاس انفاس بھی بتایا گیا ہے۔ اب پاس انفاس میں یہ ہے کہ ہمیں ایک چیز مدنظر رکھنی چاہئے کہ اس میں اللہ کی یاد میں اللہ کو دیکھنے کی خواہش بھی پیدا ہونی چاہئے یعنی ذکر نفس میں کرنے کا مطلب خواہشِ دیدار کے ساتھ پاس انفاس کیا جائے۔ یہ خفی ذکر ہے۔ خفی ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ پسند بھی کیا ہے۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً (سورۃ الاعراف ۷۔ آیت ۲۰۵)

اس آیت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے قلبی اور خفی ذکر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلاَ تَكْفُرُوْنِ. (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۲)

''تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا''۔

یہ ساری آیات جو ہیں یہ ہمیں کثرتِ ذکر کی طرف راغب کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اسے ہمیں حکم سمجھ کر ہی کرنا چاہئے۔ اس میں کسی وضو کی، طہارت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس میں آپ کے کوئی جسمانی Posture کی کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں، اُلٹے سیدھے ہیں، طہارت کی ضرورت ہے، آپ نے غسل کرنا ہے پھر بھی آپ یہ ذکر کر سکتے ہیں اور یہ خفی ہے۔ یہ اندر ہی اندر قلبی ذکر ہے آپ کا۔ اس کو آپ نے کرنا ہے۔ اس میں کوئی رکوع و سجود نہیں ہیں۔ آپ بلند آواز سے کرتے ہیں وہ بھی ٹھیک ہے، آپ انفرادی طور پر کرتے ہیں وہ بھی ٹھیک ہے، آپ اجتماعی طور پر کرتے ہیں وہ بھی ٹھیک ہے۔ کیفیت کی بھی کوئی قید نہیں ہے کہ آپ نے کسی خاص کیفیت میں بیٹھ کے یہ ذکر کرنا ہے جیسے نماز کے لئے ہمیں ایک خاص کیفیت بنانا پڑتی ہے،

ایک ماحول بنانا پڑتا ہے، اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ لیں۔ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، ایک متعفن ماحول تھا وہاں کا، بدبو دار تھا، پیٹ کے اندر بہت بدبو ہوتی ہے تو اس میں آپ دیکھیں کہ اللہ کے یہ نبی جو ہیں انہوں نے وہاں کہا۔

لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ. (سورۃ الانبیاء ۲۱۔ آیت ۸۷)

اپنے ربّ کی پاکی بیان کی۔ اللہ کا ذکر کیا وہاں پر، تسبیح کی۔ وہاں وہ غلاظت والا ماحول تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو انہوں نے وہاں یہ یاد کیا تو اللہ نے ان کو وہاں سے نکالا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر غلاظت کے ماحول سے ہمیں نکالتا ہے، ہمیں پاکیزہ بناتا ہے۔ یہ اس سے بھی ثابت ہے بلکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مچھلی والا، حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی والا کہا گیا ہے کہ اگر وہ وہاں پر اللہ کی تسبیح بیان نہ کرتا تو وہ وہاں قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتا۔

یہ ذکر آپ یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ذریعہ ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں تو وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ. (سورۃ الواقعہ ۵۶۔ آیت ۱۰) والے یہی لوگ ہوں گے۔ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ. (سورۃ الواقعہ ۵۶۔ آیت ۱۱) مقربین۔ کثرتِ ذکر جو ہے اس کے بغیر کوئی یہ نہ سوچے کہ وہ اللہ کے قرب والی لائن پر چل سکتا ہے یا اسے حاصل کر سکتا ہے۔ ایک تو یہ بات ہے جو ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتائی۔ باباجی ذار صاحبؒ کا ہر وقت فوکس ہی یہی ہوتا تھا۔

دوسرا آپ دیکھیں کہ قرآن کریم میں بھی اللہ پاک یہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام کا طریقہ کار کیا تھا۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا. (سورۃ الفتح ۴۸۔ آیت ۲۹)

تم انہیں یعنی رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو رکوع و سجود میں دیکھو گے اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔

ہمارا جو زندگی کا مقصد ہے جس طرح کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ (سورۃالاعراف ۷۔آیت۱۷۲)

عہدالست میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ ہی کو اپنا ربّ مانتے ہیں اور دنیا میں جا کے آپ ہی کے احکامات پر ہم عمل کریں گے۔یہاں پر آ کے ہم یہ بھول جاتے ہیں ہمارے یہ بزرگ ہمیں اسی عہدِ الست کی یاد دہانی کراتے ہیں ۔ذکر اللہ جو ہے یہ اللہ کو بھولنا نہیں ہے دنیا میں آ کے۔دنیا کی سب نعمتوں سے استفادہ بھی کرنا ہے، شادی بھی کرنی ہے، کاروبار بھی کرنے ہیں، سارے معاملات بھی کرنے ہیں، اولاد کو بھی پالنا ہے، ان کے ساتھ زندگی بھی گزارنی ہے لیکن جو دل ہے اس کو اللہ کی محبت کے لئے وقف کر دینا ہے۔یہ ہے کثرتِ ذکر کا فائدہ۔بقول علامہ محمد اقبالؒ:

زندگانی ہے صدف اور قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا؟ جو قطرے کو گوہر کر نہ سکے

یہ زندگی تو ایک صدف کی مانند ہے اور ابرِ نیساں جو ہے،قطرۂ نیساں جو ہے وہ روح کی مانند ہے۔وہ روح اوپر سے یہ عہدالست کر کے آتی ہے اور اس جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔تو وہ صدف ہی کیا؟ یہ جسم جو ہے اس کو صدف کہا گیا ہے کہ وہ سیپ جو ہے جس میں وہ پانی ہے، وہ پانی کا قطرہ جو بارش سے آتا ہے وہ جا کے ایک موتی بن جاتا ہے۔

وہ صدف کیا؟ جو قطرے کو گوہر کر نہ سکے

یعنی ہمارا یہ جسم بیکار ہے۔اللہ تعالیٰ نے عہدالست میں روح ہمارے جسم میں ڈال دی تو اس کو ہم نے گوہر نہیں بنایا یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح کا ہمیں چاہتے تھے، ہم اس طرح کا بنیں۔ اس کی بندگی میں آ جائیں۔ذکر اللہ اسی لئے کرنا ہے کہ روح اپنا مقصد پا لے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (سورۃالذاریات ۵۱۔آیت ۵۶)

کہ ہم نے جن و انس کو پیدا ہی اپنی بندگی کے لئے کیا۔تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں جب تک نہیں آئیں گے اس دنیا میں تو ہم اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا ہی نہیں کر سکیں گے۔

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو ذکراللہ ہے اس کو ہر حال میں کرنا چاہئے ۔اس میں کہیں بھی غفلت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ ہماری زندگی جو ہے اس میں جو غفلت ہو رہی ہے اس میں بنیادی کردار یہ ہے کہ ہم یہ ذکراللہ نہیں کرتے اور ذکراللہ نہ کرنے کی وجہ سے، کثرتِ ذکر نہ کرنے کی وجہ سے نمازیں بھی ٹھیک نہیں چلتیں ۔نمازیں بھی ایسی ہیں کہ مکینیکل قسم کی ہیں کہ بس مشینی انداز میں نماز پڑھ لی، دل مطمئن ہو گیا کہ بس پانچ نمازیں پوری ہو گئی ہیں۔ جو پڑھتے ہیں، بہت بڑی ہمت ہے ان کی، ہم یہ نہیں کہتے لیکن یہ اگر ذکراللہ ساتھ شامل کر لیں جو حکمِ ربانی ہے، قرآن میں آیا ہے۔ ٹھیک ہے تو سونے پر سہاگہ ہو جائے گا۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ کثرتِ ذکر کی بہت اہمیت ہے۔ یہ بہت زیادہ کرنا ہے۔اس میں غفلت نہیں کرنی۔ حلقہ ذکر بھی ہفتہ وار بنایا گیا اور یہ ساری Activities جو ہیں یہ جو ہم مرکز پر بیٹھے ہیں یہ اصل میں کثرتِ ذکر کا ہی ماحول پیدا کرنے کے لئے ہم بار بار باباجی کے پاس آتے ہیں۔ یہ اسی کے لئے ہے۔

دوسری جو بات ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتائی ہے وہ عام ماحول میں مسلمانوں کو نہیں بتائی جاتی۔ وہ ہے غور و تفکر کرنے کی عادت۔ اللہ کی تخلیقات جو ہیں ان پر غور کرنا۔ میں نے ابھی جو ایک آیت پڑھی تھی کہ

الَّذِيْنَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ. (سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۹۱)

اس کے آگے ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وَيَتَفَكَّرُونَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۹۱)

یہ جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں وہ ساتھ یہ بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ ایک مغالطہ ہے کہ مسلمان، ایک اچھا مسلمان یا ایک اعلیٰ کردار کا مسلمان بننے کے لئے اللہ کی تخلیقات پر غور کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ مغالطہ چلتا ہے کہ اس کے بغیر بھی ہم بن سکتے ہیں لیکن قرآن کریم اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں یہ ہے کہ

وَيَتَفَكَّرُونَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۹۱)

تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سائنسدانوں کا کام ہے تخلیق کائنات یا کائنات پر جو غور وفکر کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس طرح قرآن پاک جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ کائنات جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے، ایک عمل ہے، اللہ تعالیٰ کے عمل کی طرف ہم نگاہ بھی نہ کریں، اس سے ہم غافل رہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کیسے پتا چلے گا؟ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات کی اس کی ہستی کی عظمت جو ہے وہ آشکار ہی نہیں ہوگی جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی تخلیق شدہ زمین وآسمان میں جو آیات ہیں، نشانیاں ہیں ان پر ہم غور نہیں کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو آپ دیکھیں۔ ان کی جو غور وفکر اور جستجو کی عادت ہے اس کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ Demand کی، یہ مطالبہ کیا کہ اے اللہ! مجھے دکھا کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا آپ کو ایمان نہیں ہے اس پر؟ آپ کو یقین نہیں ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یقین تو ہے لیکن میں اپنے دل کے اطمینان کے لئے کہ یہ کس طرح Possible ہوگا؟ Process کیسے ہوگا؟ ایک تجرباتی طور پہ اس کا Experience لینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار پرندوں کا کہا، ان کو زندہ کیا تو یہ سارا جو معاملہ ہوا اس سے ان کے یقین میں اضافہ ہوا، ایمان میں اضافہ ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرنے کا نتیجہ تھا۔ ان کے ذہن میں یہ بات آئی۔

دوسرا وہ جب کائنات پر غور کرتے ہیں، ستاروں پر اور کہتے ہیں کہ یہ میرا رب ہے۔ پھر وہ غائب ہو جاتے ہیں ستارے جو ہیں سارے چمکتے ستارے۔ پھر وہ چاند کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ھٰذَا رَبِّیْ۔ یہ میرا رب ہے۔ پھر وہ بھی ۔ اسکے بعد سورج کو دیکھتے ہیں، وہ بھی غروب ہو جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ لا اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ۔ میں زوال پذیر چیزوں کو پسند ہی نہیں کرتا۔ میں اس کو اللہ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوں، میں اس کو اپنا رب مان ہی نہیں سکتا

جس میں زوال ہو۔ وہ انہوں نے ذہنی طور پر نتائج اخذ کئے کہ اللہ کی ذات کیسی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کس طرح ہوگی؟

وہ اللہ تعالیٰ کے جو افعال ہیں، کائنات ہے، یہ نشانیاں جو ہیں ان سے وہ توحید تک پہنچے یہ ان کے نبوت سے بھی پہلے کے معاملات ہیں جہاں سے وہ غور و تفکر کر کے اللہ تک پہنچے اور نمرود کو بھی لاجواب کیا۔ نمرود نے کہا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور زندوں کو مارتا ہوں۔ اس کے بارے میں آپ نے یہ سنا ہوگا کہ وہ موت کے قیدی کو لا کے آزاد کر دیتا ہے اور ایک زندہ شخص کو قتل کر دیتا ہے تو وہ آپ کے ساتھ Illogical طریقے سے لگے ہوئے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو تسلیم کرنے کی بجائے کہا کہ میرا رب جو ہے یہ مشرق سے سورج کو نکالتا ہے، تو اگر رب ہے تو تو سورج کو مغرب سے نکال کے دکھا۔ وہاں پہ قرآن میں آتا ہے کہ

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ. (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۵۸)

اس بات پہ وہ حیران و ششدر رہ گیا اور لاجواب ہو گیا۔ تو یہ ان کے کائناتی غور وفکر کا نتیجہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ مجھے تمام چیزوں کی حقیقت سے آشنا فرما۔ یہ آپ ﷺ کی دعا ہے۔

قُل رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً. (سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۱۴)

میرے علم میں اضافہ فرما تو یہ وہی غور و تفکر والا کام ہے۔ یہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ بھی کرنا ہے۔ تفکر بالمراقبہ اور تفکر بالمشاہدہ تعمیرِ ملت میں بہت وسیع انداز میں بانی سلسلہؒ نے بیان کیا ہے تو اس کے اوپر غور کریں اور دیکھیں کہ ہر چیز جو ہے یہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، اس کی ماہیت کیا ہے؟ یہ کس طرح کام کرتی ہے؟ قرآنِ کریم میں آپ دیکھیں کہ بعض سورتوں کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ چیزوں سے ہی منصوب کر دیا گیا ہے تا کہ ہمارا دھیان اُدھر جائے۔ سورۃ النجم، قمر، لیل، سورۃ فیل، سورۃ الحدید، دخان، العنکبوت، نمل، نحل، بقرہ،

اسی طرح اور بھی ہیں تا کہ ہمارا ذہن اُدھر جائے ۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ

قُلِ انظُرُواْ مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ ۔ (سورۃ یونس ۱۰۔آیت ۱۰۱)

زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو۔

عربی لغت میں انظُرُوا کا مطلب معائنہ کرنا، سوچنا، غور کرنا ہے۔آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

وَمَا تُغْنِي الآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لاَّ يُؤْمِنُون۔ (سورۃ یونس ۱۰۔آیت ۱۰۱)

اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے، ان کے لئے نشانیاں اور تنبیہیں آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں۔

تو برادرانِ کرام!

یہ شعبہ جو ہے جو کامل عارف باللہ بنتے ہیں ان کے لئے یہ غور و تفکر والی لائن جو ہے یہ لازمی ہے۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۔ أُوْلَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۔ (سورۃ الواقعہ ۵۶۔آیات ۱۰۔۱۱) والی جو لائن ہے اس کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ غور و تفکر جو ہے اس کے لئے آپ اپنی ذہنی قوتوں کو صرف کریں تو علامہ اقبال بھی فرما گئے ہیں کہ

فقر قرآن اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر

تو یہ ذکر اور فکر کا Combination جو ہے یہ فقر قرآن اس سے پورا ہوگا۔آپ دیکھیں کہ کوئی شخص آ جائے ناں ہمارے سامنے تو وہ کہے کہ میں چیونٹی سے ہاتھی بنا دوں گا تو دنیا کے سامنے وہ کہے کرتب کے طور پر کہ میں چیونٹی سے ہاتھی بنا دوں گا، یہ ایک مثال دے رہا ہوں تو میرا خیال ہے کہ مشرق و مغرب کے سارے انسان خواہ وہ پی ایچ ڈی ہیں، خواہ وہ ان پڑھ ہیں تو وہ سجدے میں گر جائیں گے اور کہیں گے کہ اس سے عظیم ہستی کوئی نہیں ہے۔اس نے تو عجیب کام کیا ہے۔کبھی ہم نے دیکھا ہی نہیں اس طرح کا کام۔یہ تو بہت بڑی بات ہے۔یہ تو اللہ ہے۔

لیکن دیکھیں کہ اللہ کو کوئی نہیں مان رہا کہ اللہ نے اس سے کروڑوں گنا چھوٹے جرثومے سے انسان کو تخلیق فرما رہا ہے تو کوئی بھی اس کی ذات کو صحیح طرح نہیں مانتے، جو ماننے والے ہیں وہ بھی صحیح طرح اس کی ذات کو نہیں مان رہے۔ یہ بہت ہی ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے آپ ایک انڈے پہ غور کرلیں۔ انڈہ ایک خاص ٹمپریچر پہ جائے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ نے جو قوتیں رکھی ہوئی ہیں، جن کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے، جنہیں ہم فرشتے کہہ سکتے ہیں تو وہ Activate ہو جاتی ہیں۔ جس جس کا جو کام ہوتا ہے، کوئی جگر بنا رہی ہے، کوئی تلی بنا رہی ہے یا کوئی محکمہ اس کے اندر آنکھیں بنا رہا ہے۔ بیس بائیس دن بعد اس میں جو پورا سیال مادہ ہوتا ہے اس میں سے ایک چوزہ نکل آتا ہے تو وہ ساری Programing وہ سارا مادہ اللہ تعالیٰ نے انڈے میں رکھا ہوا تھا چوزہ بنانے کا۔

اسی طرح بیج ہے۔ اسی طرح ایٹم ہے۔ ہم اس ایٹم پر غور نہیں کرتے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح بنایا ہے کہ اس میں ایک الیکٹران باہر گردش کر رہے ہیں، پروٹان ہیں، نیوٹران ہیں۔ اس کا Nucleus ہے۔ اس کا نیوکلیس اگر توڑا جائے تو اس میں سے کس طرح اتنی انرجی نکلتی ہے۔ یہ ایٹم بم جو ہے اس میں اسی کا نیوکلیس توڑا جاتا ہے۔ اپنی طرف سے وہ کچھ نہیں کرتے، صرف نیوکلیس توڑنے کا وہ فارمولا انہوں نے ڈھونڈلیا ہے اور بیش بہا انرجی اس میں سے نکلتی ہے تو وہ اس پر غور کریں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ایٹم کی تخلیق کی۔ انسان یا جاندار کو Cell کے ساتھ تخلیق کیا گیا۔ ایک Cell سے کئی Cell بنتے ہیں تو انسان کی تخلیق پہ غور کریں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بوند سے پیدا کیا۔ ایک معمولی سے جرثومے سے، رحمِ مادر میں اسے رکھا۔ اس کو عَلَقَةً بنایا، پھر اس کو مُضْغَةً بنایا، پھر اس مُضْغَةً سے فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْماً۔ (سورۃ المومنون ۲۳۔ آیت ۱۴) اللہ تعالیٰ نے اس پر گوشت بنایا۔

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقاً آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ. (سورۃ المومنون ۲۳۔ آیت ۱۴)

تو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات وہ ہے کہ جس نے ایک قطرے سے، ایک جرثومے میں سے انسان کو کھڑا کر دیا۔ ایک اور ہی چیز بنا دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غور و تفکر والا حصہ جو ہے اس پر بھی ہمیں بہت زیادہ دھیان دینا چاہئے۔ جو فکر والی لائن ہے اس میں انسان ساری زندگی غور و فکر کرتا رہے لیکن وہ اللہ تک نہیں جاتا۔ اس کو پہچانتا نہیں ہے کہ ہمیں کس نے پیدا کیا، اس کے ساتھ ہمارا رشتہ کیا ہے؟ اس سے کیا تعلق ہے؟ تو یہ ذکر اور فکر دونوں کو ملائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت ہم پر آشکار ہو گی اور اس کو ہم مخلوقِ خدا کی خدمت میں بھی لگائیں گے۔ یعنی ہمارے سلسلہ کی جو تعلیمات ہیں ان میں ترکِ دنیا نہیں ہے، تسخیرِ کائنات ہے، تسخیرِ دنیا ہے۔ خیر یہ تو مسلمان سستی کر رہے ہیں آج کل، یہ غیر مسلم ہی کر رہے ہیں تسخیرِ کائنات والا کام ہماری جگہ پر۔

ان دونوں کے علاوہ تیسری جو چیز ہے وہ ہمیں اپنے طور پر اپنے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے پچھلی نشست میں بھی میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں اس میں بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں۔ ایک ایک جو ہمارے اندر خامی ہے، غصہ ہے، بغض ہے، بلکہ ہمارے سلسلے میں تو سلیبس شروع ہی غصے کی نفی سے کرایا جاتا ہے۔ اس کے لئے ایسا نہیں کہ آپ نے الگ سے کوئی کام کرنا ہے بلکہ اپنے کام میں، کاروبار میں، گھر میں جہاں بھی ہیں وہیں پر آپ نے اس کی پریکٹس کرنی ہے۔ غصہ ہے، بغض ہے، حسد ہے، یہ سب جو نقائصِ اخلاق ہیں ان کو ہم نے اپنے اندر سے نکالنا ہے۔ اس کے بعد جو اعلیٰ اخلاق ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو تو بھیجا ہی اخلاق کی تکمیل کے لئے گیا ہے۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم

یعنی آپ ﷺ کو خلقِ عظیم عطا کیا گیا ہے۔ ہمارا تصوف یا ہمارے سلسلہ کی جو تعلیم ہے اس میں اخلاق کے بغیر روحانی طاقت ہم نہیں مانتے، کسی بندے کی اتنی کرامتیں ہیں، اس کی دھوم ہے کہ یہ ہو جاتا ہے۔ ہم نہیں اس کو مانتے۔ ہم کہتے ہیں کہ سلسلہ توحیدیہ میں ہمیں تو فقرِ محمدی ﷺ سکھایا گیا ہے۔ قبلہ ڈار صاحبؒ بھی فرماتے تھے کہ آپ یہ دیکھیں کہ اس سے اخلاق

کے ساتھ اللہ کی محبت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہو مگر آپ کے اخلاق میں بہتری آ رہی ہے تو آپ سمجھیں کہ آپ ترقی کر رہے ہیں، اللہ کے قرب کی لائن میں جا رہے ہیں۔ ہمارے سلسلے کی تعلیم تو مقربین والی تعلیم ہے کہ اللہ کے مقرب بندے بنیں۔ اس میں یہ ہے کہ آزمائشیں بھی آئیں گی۔ ہر طرح سے اللہ تعالیٰ آزمائے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ. (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۵)

ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آزماتا ہے تو یہ دوسروں میں بھی آئیں گی جو نہیں کریں گے مگر ان میں رویے کا فرق آ جائے گا کہ ان آزمائشوں میں جو مومن ہے اس کا کیا روّیہ ہوتا ہے! وہ یہ کہتا ہے کہ

قَالُوا إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ. (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۶)

ہمیں اللہ پر اعتماد ہے اور ہمیں اللہ کی طرف جانا ہے۔ یہ اللہ کی آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اعلیٰ درجات میں ترقی دینے کے لئے ہم پر یہ مشکلات لا رہا ہے۔ یہ رویہ جو ہے یہ ایک مومن کا رویہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْن. الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ.
(سورۃ البقرہ ۲۔ آیات ۱۵۵۔۱۵۶)

ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایتیں ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ تو یہ اصلاح کے حوالے سے چوتھی جو چیز ہے وہ ہے اصلاحِ معاشرہ۔ دوسروں کو بھی اس طرف راغب کرنا۔ پچھلی مجلس میں بھی بابا جان نے فرمایا کہ ایک فرد جو ہے ہم اس پر کام کریں، اس کو لے کے آئیں اس طرف۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تعلیمات جو ہیں، ہمیں فائدہ دے رہی ہیں تو ہم دوسروں کو بھی یہ بتائیں کہ اس کی کتنی اہمیت ہے۔ خالی اپنی روحانی لذتوں میں پڑے رہنا۔ ہمارے سلسلے میں

وہ خانقاہی نظام نہیں ہے کہ اپنا ذکر کیا، پڑے رہے سائیڈ پر اور لوگوں کو پتا ہی کوئی نہیں ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ نے بھی فرمایا ہے کہ میں نے یہ حلقہ اس لئے بنایا ہے کہ کل کو اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھ لیں کہ آپ نے یہ آگے کیوں نہیں ٹرانسفر کیا؟ اتنا مرتبہ دیا میں نے۔ تو میں نے اس کام کو پھیلانے کی کوشش کی۔

ایک جگہ علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خطبات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے، ان کا کہا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر معراج پر مجھے جانے کا موقعہ مل جاتا تو میں نے واپس نہیں آنا تھا۔ اللہ کے قرب میں پہنچ گئے تو میں نے واپس نہیں آنا تھا۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ ایک صوفی کا اور ایک نبی کا ظرف دیکھیں۔ نبی ﷺ جو ہیں وہ وہاں سے واپس آئے۔ ظاہر ہے کہ یہاں وہ پتھر، گالیاں اور یہی کچھ ہے جب مخلوقِ خدا کی آپ نے اصلاح کرنی ہے۔ تو یہ بہت بڑا فرق ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارے سلسلے کی تعلیمات یہ جو اصلاحِ معاشرہ والی ہیں یہ بالکل نبی کریم ﷺ کے طریقے پہ رکھی گئی ہے۔ اس کی ہمیں قدر کرنی چاہیے، دوسروں کو بتانا چاہیے۔ سال میں ایک بندے کو اگر تیار کر کے لے آئیں تو بانی سلسلہؒ نے اپنی کتاب چراغِ راہ میں فرمایا کہ اس سے بڑی کوئی نیکی نہیں ہے کہ ایک آدمی کو آپ اللہ کی راہ پہ لگا دیں، اس سے بڑی کوئی نیکی نہیں ہے۔ بس یہ چار چیزیں ذکر، غور و تفکر، اپنی اصلاح اور اصلاحِ معاشرہ ہے، ہماری یہ روحانی تحریک ہے۔ خالی روحانی سلسلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مسلح افواج اور عوام کا ایثار (1965 کی جنگ کی یادیں)

(آفتاب احمد خانؒ کی ڈائری سے)

1965 کی جنگ کے دوران ایک صبح گھر کے فون کی گھنٹی بجی۔ فون اٹھایا تو کلب کے دفتر سے وار کمیٹی کے ایک ممبر کی آواز تھی اور حکم ملا کہ فوراً دفتر آ جاؤ۔ میں اسی وقت تیار ہوا اور قبلہ حضرتؒ کے پاس جانے کی بجائے وار کمیٹی کے دفتر پہنچ گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ للیانی قصور محاذ پر تین سو جوانوں کے لیے وردیوں کی اشد ضرورت ہے۔ جس کا کوئی فوری بندوبست ہونا چاہیے۔ ہمارے ایک ممبر کا عزیز شیش محل ہوزری میں ملازم تھا۔ اسے فون پر حالات کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے کہا کہ آپ میرے دفتر واقع راوی روڈ پہنچ جائیں۔ ہم دونوں وہاں پہنچ گئے اور انہیں ضروریات کی تفصیل بتائی۔ یہ صاحب فیکٹری کے منیجر تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر کپڑے کا بندوبست ہو جائے تو یہ سارا سامان ہم دو دن میں تیار کروا دیں گے۔ میں نے وہیں سے اعظم کلاتھ مارکیٹ میں اپنے ایک دوست جو کپڑے کا کاروبار کرتا تھا، کو حالات کے بارے میں بتایا تو اس نے فوراً کہا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے اور آپ کو مطلوبہ مال دو گھنٹے کے اندر اندر فیکٹری میں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ہم مطمئن ہو کر کمیٹی کے دفتر واپس آ گئے اور میں وہاں سے فارغ ہو کر قبلہ حضرت انصاری صاحبؒ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپؒ نے فرمایا: آج تم دیر سے آئے ہو مجھے معلوم تھا کوئی ضروری کام ہوگا۔ اس پر میں نے آپ کو آج کی پوری تفصیل بتائی جس پر آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی مجاہد فوج کے لیے مدد کا کام ہے اور ان شاء اللہ تمہیں یہ تمام سامان کل مل جائیگا“ میں پہلے ہی حیران تھا کہ اتنے سامان کی تیاری دو دن میں کیسے ممکن ہو گی اب اوپر سے حضرت صاحبؒ نے بھی فرما دیا ہے۔ اب دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اگلے روز قبلہ حضرتؒ سے

ملنے کے بعد دفتر پہنچا ہی تھا کہ شیش محل کے منیجر صاحب کا فون آ گیا کہ آپ کا سارا مال تیار ہے۔ کچھ دیر کے بعد وار کمیٹی کے دوسرے ممبر بھی آ گئے اور ہم فیکٹری چلے گئے۔

وہاں جا کر کارکردگی کا جائزہ لیا تو ہم حیران رہ گئے۔منیجر صاحب نے بتایا کہ کاریگروں نے دن کے علاوہ پوری رات کام کر کے وردیاں تیار کر دی ہیں اور یہ کہتے ہوئے اجرت لینے سے بھی انکار کر دیا ہے کہ ہماری یہ محنت اللہ تعالیٰ اس جہاد میں قبول فرما لے۔فیکٹری کے مالک نے وردیوں کے ساتھ تین سو بنیانیں ہمراہ کر دیں جوان کی طرف سے پاک فوج کے لیے تحفہ تھیں۔ہم نے فوج کے دفتر میں فون پر اطلاع دے دی اور شام تک انہوں نے تمام مال اٹھا لیا اور ہم سب کا بہت شکریہ ادا کیا۔ان ایام میں پاکستانی عجیب قوم بن گئے تھے اور ہر فرد اپنی ہمت کے مطابق کچھ کرنا چاہتا تھا۔

اگلے روز پھر فوج کی طرف سے فون آیا کہ چند سپاہی للیانی محاذ پر زخمی پڑے ہوئے ہیں اور ٹرانسپورٹ کی قلت کی وجہ سے سی ایم ایچ نہیں لائے جا سکتے۔آپ لوگوں کا جوش و جذبہ دیکھ کر دوبارہ تکلیف دے رہے ہیں۔میں فوراً للیانی جانے پر آمادہ ہو گیا اور مطلوبہ جگہ کا پتہ حاصل کر لیا۔اس محاذ پر جنگ پورے زوروں پر تھی۔چار سو توپوں کی گھن گرج اور ہوائی جہازوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔راستے میں آسمان سے زمین کی طرف گرتے اور سورج کی روشنی سے چمکتے ہوئے بم بھی دیکھے۔اس کے باوجود اس سارے ماحول میں ایک عجیب سا کیف تھا اور ڈر یا خوف نام کی کسی چیز کا تو نام و نشان بھی نہ تھا۔مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پاکستانی فوج کی پیش قدمی کے ساتھ ساتھ میں ایڈوانس کر رہا ہوں۔محاذِ جنگ کی فضا سے لطف اندوز ہوتے ہوئے میں نے ایک گاؤں کے چھوٹے سے باغ میں اپنی گاڑی روکی۔وہاں پر دو زخمی مجاہد پڑے ہوئے تھے۔وہ دونوں ٹینکوں کے گنر تھے اور خاصے زخمی ہونے کے باوجود اپنے افسروں سے اصرار کر رہے تھے کہ ہم زیادہ زخمی نہیں ہیں۔ہمیں ہسپتال نہ بھیجیں۔ہمارے پاکستان کو ہماری محاذ پر زیادہ ضرورت ہے۔لیکن افسروں نے کہا کہ علاج کے بعد آپ دوبارہ یہیں آئیں گے اور ایک

مرتبہ پھر ہم آپ کے جنگی جوہر اور کارکردگی دیکھیں گے۔ایک زخمی مجاہد کو میں نے اپنی کار میں لے لیا ۔شدید زخمی ہونے کے باوجود سارا راستہ اس نے ہائے تک نہ کیا بلکہ افسوس کرتا رہا کہ میدان جنگ سے باہر ہو گیا ہوں "جس فوج کے مجاہدوں کا یہ جذبہ ہو اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا" یہ جملہ قبلہ حضرتؒ نے فرمایا۔جب شام کو حاضر خدمت ہو کر میں نے واقعات سے آپ کو آگاہ کیا۔جب میں نے میدان جنگ کی خاص کیفیت کے بارے میں بتایا تو فرمانے لگے کہ ہم لوگوں کو یہاں محفوظ گھروں میں یہ کیفیت محسوس ہو رہی ہے تو میدان جنگ کی تو بات ہی اور ہے۔اللہ تعالٰی نے مجاہدوں کے گھوڑوں کی دھول کی قسم ایسے ہی تو نہیں کھائی ۔بے شک اللہ جسے عزت دیتا ہے اسی کا حصہ ہے اور آج پاکستان دنیا میں باعزت مقام کا حامل ہے اور پاکستان کا نام دنیا میں ہر جگہ جانا گیا اور سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے۔جنگ بند ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ پھر اس محاذ پر جانے کا اتفاق ہوا اور افسروں کے ساتھ ان کے زمین دوز میس میں دوپہر کا کھانا کھانے کا موقع ملا۔بیشتر افسروں کا تاثر تھا کہ اب تو بھارت پر کاری ضرب لگانے کا وقت آیا تھا لیکن عین وقت پر جنگ بندی کا اعلان ہو گیا۔ہائے ہماری یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی!!!۔

رن کچھ کا معرکہ:

یہ وہ دن تھے جب حق و باطل کا معرکہ رن کچھ میں ہو رہا تھا۔ہر زدِ عام کی زبان پر تھا کہ بریگیڈیئر جنجوعہ نے رن کچھ کے میدان میں ہندوستان کی فوج کو تباہ و برباد کر دیا ہے اخبارات میں یہ خبریں بھی تھیں کہ ہندوستانی افسر اپنے جوانوں کو پاکستانی فوج کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بمبئی کے ہوٹلوں میں جا چھپے ہیں۔ان کے مورچوں سے ان کے بریف کیس اور دیگر ذاتی سامان بھی پاکستانی فوج کے ہاتھ لگا جن کی تصاویر بھی چھپی ہوئی تھیں۔میں بھی اپنے دفتر میں بیٹھا آنے جانے والوں سے اور ٹیلی فون پر تازہ ترین خبروں کے لیے رابطہ رکھے ہوئے تھا۔عین اسی دوران کوئی تین بجے بعد از دوپہر میری طبیعت میں ہیجان سا برپا ہوا اور جی چاہا کہ مجھے اسی وقت

قبلہ حضرت انصاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے اس جنگ کے بارے میں سننا چاہیے ۔ میں نے اپنے کام کو جلدی جلدی سمیٹا اور کینٹ کی طرف جہاں ان دنوں حضرت صاحب کی رہائش تھی رواں دواں ہوگیا۔ راستے میں مجھے یہ خیال بھی آیا کہ اس وقت حضرت صاحب آرام فرما رہے ہوں گے۔ پھر سوچا کہ میں برآمدے میں بیٹھ کر ان کے جاگنے کا انتظار کرلوں گا۔ بہرحال انہی سوچوں میں سفر جاری رہا۔

ان دنوں لاہور کی فضاء میں ایک عجیب سی کیفیت تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آسمان سے نور برس رہا ہے اور فضاء ایک خاص قسم کی خوشبو سے معطر ہے۔ پاکستان کے تمام لوگ جذبہ جہاد سے سرشار تھے اور شاید یہی امر اس خاص روحانی کیفیت کا باعث تھا۔ اسی طرح کے احساسات میں میری گاڑی لاہور کینٹ کا پل پار کررہی تھی۔ جب میں نے چوک سے دائیں طرف گاڑی موڑی تو میں نے دیکھا کہ دور بائیں جانب درختوں کے سائے میں پگڈنڈی پر کوئی صاحب خراماں خراماں چلے آرہے ہیں۔

مجھے ایسا ہی لگا کہ قبلہ حضرت انصاری صاحب ہیں۔ پھر خیال آیا کہ وہ اس وقت باہر اکیلے کیسے آسکتے ہیں۔ جب کہ آپ ضعیف العمر بھی ہیں اور نظر بھی کمزور ہے۔ میں جوں جوں قریب ہوتا گیا یہ حقیقت عیاں ہوتی گئی کہ وہ حضرت صاحب ہی ہیں۔ میں نے کوئی بیس گز کے فاصلے پر گاڑی روک لی۔ قبلہ صاحب نے آواز دی کون ہے؟ میں نے اپنا نام بتایا تو فرمانے لگے:

''تمہاری بہت ضرورت تھی اچھا کیا جو آ گئے''۔

میں نے حیرت سے دریافت کیا کہ جناب آپؒ اس وقت سڑک پر اکیلے کیسے نکل آئے مجھے فون کردیا ہوتا میں حاضر خدمت ہوجاتا اور پھر یہ وقت تو آپ کے آرام کا ہوتا ہے۔

اس پر آپؒ نے فرمایا کہ حق اور باطل کا معرکہ ہورہا ہے اور میں کیا سو رہا ہوں گا؟۔ ساری قوم جہاد کے نشے میں جھوم رہی ہے میرا بھی جی چاہا اور لاہور کی کھلی فضاء میں آ گیا ہوں۔ چلو کہیں لے چلو۔ آپ کو ساتھ لیے اب گاڑی ہارس اینڈ کیٹل شو کے میدان کے ساتھ ساتھ

میاں میر والی سڑک پر چل رہی تھی۔ اردگرد میدانوں میں پاکستانی فوج سرحدوں پر جانے کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ سڑک کے کنارے ایک بڑے درخت کے نیچے چند فوجی افسر گفتگو میں مصروف کھڑے تھے۔ قبلہ صاحبؒ نے مجھے حکم دیا کہ یہاں ان افسروں کے پاس گاڑی روکو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک فوجی کرنل گاڑی کی طرف لپکا اور جھٹ سے دروازہ کھول کر فوجی طریقہ سے کھٹاک سے سیلوٹ کیا۔ قبلہ حضرت گاڑی سے باہر نکلے اور کرنل صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''اپنے اسلاف کی جنگیں تو آپ کو یاد ہوں گی۔ بس آج ہندوؤں پر ایک بار پھر ثابت کر دیں کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا آسان نہیں۔ ان کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ پوری قوم جہاد میں آپ کے ساتھ ہوگی''۔ کرنل صاحب بولے جناب عالی! ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے ہم سینے پر گولی کھائیں گے اور قوم کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے۔ اس پر قبلہ صاحب نے فرمایا: ''شاباش ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا اور فتح ہماری ہوگی'' پھر قبلہ حضرتؒ گاڑی میں بیٹھ گئے اور کرنل صاحب نے گاڑی کا دروازہ ادب سے جھک کر بند کر دیا اور اب کی بار ان کے ساتھ ساتھ باقی تمام افسروں نے بھی بیک وقت سیلوٹ کیا جس کا قبلہ حضرت نے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا اور ہم آگے بڑھے۔ قبلہ حضرت آنکھیں بند کیے کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت ہلا رہے تھے جیسے کوئی بات کر رہے ہوں۔ آخر کار آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: ''دیکھا تم نے ان فوجی جوانوں کے چہرے کیسے دمک رہے تھے اور میدان جنگ میں جانے کے لیے کس قدر بے قرار تھے۔ ہزاروں سالوں کی عبادت سے جہاد فی سبیل اللہ کی یہ ساعت بہتر ہے۔ ماشاءاللہ کیسے پرنور چہرے دیکھے ہیں۔''

جنگ ستمبر اور صدر ایوب خاں کی تقریر

ستمبر 1965 کی جنگ کے بھی عجیب وغریب واقعات ہیں۔ان دنوں ہر شخص کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ پاک فوج بھارت کی عسکری قوت کو ہر محاظ پر پامال کر رہی ہے۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ پاک فوج کی جرات اور بہادری کے کارنامے یورپ کے اخبارات میں شائع کروا رہے تھے۔خاص طور پر کشمیر میں تو یہ دریا کو عبور کر کے بھارت کے مضبوط ترین مورچوں کو تباہ کرنا اور پھر جموں شہر کے بلند پہاڑی علاقے میں دشمن پر کاری ضرب لگانا۔اور یوں پاکستانی فوج کی دھاک سارے بھارت پر بیٹھ گئی۔ادھر پاک فضائیہ کے شاہین پلٹ پلٹ کر حملہ آور ہورہے تھےاور بھارتی فضائیہ کو گھٹنوں بٹھا رہے تھے۔پسرور کے ہوائی اڈہ پر بھارت کا ایک تیز رفتار لڑاکا (کانیٹ) اتارلیا گیا تھا۔میں ان دنوں شادی کی ایک تقریب پر وہاں گیا ہوا تھا اردگرد کے علاقے کے لوگ جوق در جوق بھارتی طیارے کو دیکھنے کے لیے پسرور کے ہوائی اڈے پر جارہے تھے۔میں نے اس جہاز کا دور سے نظارہ کیا۔یہ خبر بھی تھی کہ جب یہ طیارہ اتارا گیا اور پائلٹ کو گرفتار کیا گیا تو اس نے کہا کہ اس طیارہ کو بھارتی فضائیہ حملہ کر کے اسی جگہ تباہ کر دے گی کیوں کہ اسے یہاں سے کسی محفوظ ہوائی اڈے پر اڑا کر لے جانا پاکستانی پائلٹوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ اسے اڑانے کی مہارت صرف بھارت کے پاس ہے۔شام کا وقت ہونے کو تھا اور ہم اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ پسرور شہر کی طرف واپس آرہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ وہ طیارہ پسرور سے اڑ کر فضا میں بلند ہوگیا۔دوسرے دن کے اخبارات سے پتہ چلا کہ ایک پاکستانی شاہین نے وہ طیارہ اڑایا اور بحفاظت سرگودھا ائربیس پر اتارلیا۔

میں اگلی صبح لاہور واپس آ گیا اور راستے ہی میں پتہ چلا کہ ہندوستان نے واہگہ پر حملہ کر دیا ہے۔لاہور کی فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہی تھی اور لاہوری سڑکوں پر گروہ درگروہ

جمع تھے۔اور ہر فرد بھارت کی مرمت اور ٹھکائی کرنے کیلئے مستعد تھا۔میں جلدی جلدی گھر پہ بچوں کو اتار کر قبلہ حضرت انصاری صاحبؒ کے ہاں گلبرگ چلا گیا۔وہاں کافی پیر بھائی جمع تھے اور قبلہ حضرت درمیان میں بیٹھے مسکراتے ہوئے محوِ گفتگو تھے۔میں جب حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا: ''تمہارے پاس بہت ہی خوش کن خبریں ہیں''اس پہ میں نے پسرور کی ساری باتیں بیان کیں۔ قبلہ حضرت سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ معرکہ تو اب شروع ہوا ہے اور لاہور میں پاک فوج کی جرات اور بہادری تاریخ کا حصہ بنے گی۔تمام اسلامی دنیا کی نظریں اب لاہور کے محاذ پہ لگی ہوئی ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ فتح پاکستان کی ہوگی اور بھارتی فوج بہت جلد پیچھے دھکیل دی جائے گی اور اپنے زخم جالندھر میں جا کر چاٹے گی۔اسی دن عین گیارہ بجے ریڈیو پہ صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان کی تقریر تھی اور لوگ بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔جوں ہی گیارہ بجے ریڈیو پہ اعلان ہوا کہ اب صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان قوم سے خطاب فرمائیں گے تو فضاء اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔اور اس وقت تو لوگوں کی عجیب حالت تھی جب صدر پاکستان نے اپنی گونج دار آواز میں کہا کہ دشمن نے رات کے اندھیرے میں مکاری سے بغیر اعلان جنگ کیے ہماری سرحدوں پہ حملہ کیا ہے۔<u>اسے معلوم نہیں کہ اس نے کس قوم کو للکارا ہے</u>۔عین اس وقت قبلہ حضرت نے عجیب آواز اور قوت کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگایا۔اور عجیب اتفاق تھا کہ اس کے فوراً بعد صدر پاکستان نے بھی یہی کلمہ دہراتے ہوئے کہا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا ورد کرتے ہوئے دشمن پہ ٹوٹ پڑو اور یوں کلمہ توحید تمام پاکستانیوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔معرکہ لاہور 1965 کی جنگ کی عجیب بات یہ تھی کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہر شخص کی زبان پہ جاری ہو گیا اور ہمارا حلقہ ذکر ایک مستانے مجاہد کی وجہ سے کیف و مستی میں ڈوب گیا <u>آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجاہد کی ایک ساعت ہزار ولیوں کی عبادت اور ذکر پہ حاوی ہوتی ہے</u>

شاید یہی وجہ تھی کہ ہفتہ وار محفل ذکر میں ہمارا کوئی نہ کوئی فوجی مجاہد بھائی وقت نکال کر شامل ہو جاتا تو محفل کا رنگ ہی بدل جاتا۔ قبلہ حضرت کی کیفیت کچھ عجیب ہی ہوتی تھی۔ کبھی تو خوشی سے چہرہ دمک جاتا اور کبھی آنکھوں سے ندیاں بہہ نکلتیں۔ قبلہ حضرت نے اس جنگ کے تمام ایام اپنی گلبرگ والی رہائش گاہ گنبد والی کوٹھی کے لان میں اُگے ہوئے سکھ چین کے درخت کے نیچے ہی گزار دیے۔ ریڈیو آپ کے پاس ہوتا تھا اور آپ اہم اعلانات اور خبریں خوب غور سے سنتے اور دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی کی حرکت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اشاروں سے کچھ احکامات دے رہے ہیں۔ ایک صبح میں حاضرِ خدمت ہوا تو وہاں چند دوسرے پیر بھائی بھی تشریف رکھتے تھے اور بات چیت قلب کے جاری ہونے کی بارے میں چل رہی تھی۔ قبلہ حضرت فرما رہے تھے کہ بڑی ہی ریاضت سے اور کسی اہل دل ولی کی خاص توجہ سے قلب جاری ہوتا ہے۔ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ کام ہوتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے نوازتا ہے تو صدر ایوب خان جیسے انسان کے منہ سے کلمہ توحید نکلواتا ہے تو بارہ کروڑ پاکستانیوں کے قلب جاری و ساری کر دیتا ہے۔ کہاں گئی وہ ریاضت اور ولی کی توجہ؟ یہ معاملہ حساب و کتاب سے ماوراء ہے۔ میں نے اس وقت نظر اٹھا کر دیکھا تو قبلہ حضرت کی آنکھوں سے دو موتی ڈھلک پڑے۔ عین اس وقت فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس معرکہ حق و باطل کی وجہ سے اس دور میں حقیقت جہاد سے آشنائی ہوئی۔ ہم پاکستانی اس سلسلہ میں بہت خوش قسمت ہیں۔

اقوال زرّیں (مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ)

(**انتخاب**:عبدالرشید ساہی)

☆...... انسان غفلت اور گمراہی میں پڑ کر خالق حقیقی کو بھول جاتا ہے۔جس کے نتیجہ میں اسے ذلت اور خواری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

☆...... انسان کو ہر وقت اپنی حقیقت سے آگاہ رہنا چاہیے ورنہ بعض لوگ اپنی حقیقت کو فراموش کر کے خدا بننے کی کوشش کرتے ہیں جس کا نتیجہ ذلت اور خسارے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

☆...... حسد ایک بیماری ہے اس سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہیے۔

☆...... اچھا ہنر مصیبت میں کام آتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے ایسا کرنے سے معاشرے سے برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

☆...... روحانی بیماریوں کا علاج صرف اللہ والوں کے پاس ہوتا ہے۔

☆...... جھوٹ بہت بڑی لعنت ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔

☆...... عمل سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے۔اور عمل سے ہی زندگی بنتی ہے۔

☆...... انسان کو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے معمولی تکلیفوں پر شوروغوغا نہیں کرنا چاہیے۔

☆...... احکامات خداوندی پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

☆...... اپنے عہد کی پاسداری کرو جو خدا کے ساتھ عہد کر کے توڑتا ہے اسے نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

☆...... اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کے قواعد وضوابط مقرر فرمائے ہیں، ان سے روگردانی کرنے والا بے مراد رہتا ہے۔

☆...... انسان لاکھ تدبیر کرے تقدیر اسے وہیں لے جاتی ہے جہاں اس کا نصیب ہو وہ خود تقدیر کے عزائم پورے کرنے کے لیے اسباب فراہم کرتا ہے۔

☆...... خاک سے سبزہ وپھول پھوٹ پڑتے ہیں لیکن بہار کے موسم میں بھی پتھر، پتھر ہی رہتا ہے

☆...... صبر کرنے سے اعلیٰ مقامات عرفان حاصل ہوتے ہیں نیکی بدی کے پردہ میں پوشیدہ بھی ہوسکتی ہے اور اس سے ہٹ کر بھی اس لیے نیکی کرتے وقت بھی مقصد منشائے رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

☆...... شہرت اپنے ساتھ بہت سی بلائیں اور آفات لاتی ہے۔

☆...... انسان کبھی بھی خدا کی حقیقت سے واقف نہیں ہوسکتا لہٰذا انسان کو کبھی بھی خدا کی بارگاہ میں گستاخی کے الفاظ ادا نہیں کرنے چاہئیں۔

☆...... اگر تم ضرورت مند کی مدد کرنے کے قابل ہو تو اس سے ہمدردی کے چند بول بولنا کافی نہیں بلکہ تم پر فرض ہے کہ اس کی مدد کرو۔

☆...... انسان کو اخلاقی اقدار کی پاسداری کرنی چاہیے ورنہ مرتے وقت پچھتاوا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

☆...... تو سالہا سال سے کھا رہا ہے اور تیرے رزق میں کمی نہیں آئی پس کل کی فکر ترک کردے۔

☆...... نا اہل سے محبت کرنے کا انجام ہمیشہ ذلت ورسوائی اور ہلاکت کی صورت میں نکلتا ہے۔

☆...... احمق کمینے اور بدفطرت انسان سے اگر کوئی بھلائی کرو تو اس کے شر سے بچنا چاہیے۔

☆...... جو راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرکے ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

☆...... جو شخص صرف آغاز پر نظر رکھتا ہے وہ بصارت سے محروم ہے اور جو انجام پر نگاہ رکھتا ہے وہ دوراندیش اور عقل مند ہے وہ کبھی شرمسار نہیں ہوتا۔

☆...... خلق خدا کا ناحق خون نہیں کرنا چاہیے۔

☆...... کسی بھی مقصد میں کامیابی کے لیے چشم گریاں سے کام لینا چاہیے اس سے دریائے رحمت الٰہی انتہائی جوش میں آتا ہے۔

☆...... تمام کام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انجام پاتے ہیں۔

☆...... تحقیق کے بغیر کسی کے متعلق یوں ہی قیاس آرائیاں نہ کرو۔

☆...... اگر تجھے خدا نے سلطان نہیں بنایا تو رعایا بن کر رہ۔ کشتی چلانی نہیں آتی تو ملاح مت بن۔

☆...... اپنی ذات کی نفی کے بغیر منزل پانا ممکن نہیں۔

☆...... اللہ کی ذات کے علاوہ کسی اور پر نظر رکھنے والا کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

☆...... محبوب سے باہوش اور غیروں سے بے ہوش اور بے خبر ہونا ہی تکمیل عشق کی علامت ہے۔

☆...... اصل فقیر ہمیشہ شریعت محمدی ﷺ کا پابند ہوتا ہے ورنہ مکاری ہوتی ہے۔

☆...... فقیروں کے علاوہ دنیا کے باقی لوگ بچوں کی مانند ہیں جو دنیا کے کھیل میں مگن ہیں۔

☆...... اگر تو حضرت آدم کی پشت میں سے ہے تو جستجو میں رہ، دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے اپنی روح کی غذا تیار کر۔

☆...... اگر تیرے پاس ڈھال نہیں تو تلوار کے سامنے مت آ کیوں کہ تلوار اگر تیز ہو تو یہ کاٹنے سے نہیں شرماتی۔

☆...... شکستہ قبروں میں غور کرو کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

☆...... جو حق بات کہنے سے باز رہتا ہے وہ گونگا شیطان ہے۔

اسلامی حکومت کے عاملین

(علامہ سید سلیمان ندویؒ)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللّٰہ تعالیٰ" و اذ احکمتم بین الناس ان تحکمو بالعدل "

میں نے آغاز کلام جس آیت پاک سے کیا ہے، وہ سورۃ نساء کی آیت ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، فیصلہ کرنے کے لفظ سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کا تعلق صرف عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والے حاکم سے ہے بلکہ اس کا تعلق حکومت کے ہر فرد اور ہر رکن سے ہے حکومت کے ہر فرد کا تعلق باشندوں کے معاملات اور کاموں سے پڑا کرتا ہے اور ہر ایک کو ہر معاملہ اور کام کے وقت اس معاملہ اور کام کے متعلق فیصلہ کرنا پڑتا ہے، اس لیے ہر معاملہ اور کام کے متعلق حاکم کو قلم اٹھاتے ہوئے انصاف کرنا چاہیے اسی طرح تقررات کی مجلس کے ہر رکن کو انصاف کے ساتھ امیدواروں کے متعلق رائے دینی چاہیے۔ کلرکوں کو اور ماتحت کارگزاروں کو اسی انصاف کے ساتھ نوٹ تیار کرنا چاہیے۔ پولیس کو اسی انصاف کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ غرض رئیس حکومت اور وزراء سے لے کر کلرکوں اور سپاہیوں تک ہر ایک کو اپنے اپنے دائرہ میں انصاف پر کاربند ہونا چاہیے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ انصاف صرف حاکموں، ججوں اور مجسٹریٹوں کو کرنا چاہیے بلکہ ہر ملازم حکومت کو اپنے اپنے دائرہ میں انصاف کا پابند ہونا چاہیے اسی سے حکومت کی نیک نامی بلکہ قیام اور بقا منحصر ہے۔ دوستوں کی دوستی عزیزوں کی عزیز داری، دشمنوں کی دشمنی، دولت مندوں کی دولت مندی، طاقت والوں کی

طاقت، کوئی چیز آپ کو انصاف کی حد سے باہر نہ لائے، حضرت ابو بکرؓ نے اپنی خلافت کی پہلی تقریر میں فرمایا تھا کہ ''تم میں سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک اس سے حق نہ لے لیا جائے اور تم میں سے ضعیف میرے نزدیک قوی ہے جب تک اس کا حق اس کو نہ دلایا جائے۔

راحت کثرت آمدنی میں نہیں قلت مصارف میں ہے:

عام طور پر ملازمین ایک نہایت معمولی اور افسوس ناک ذہنیت کا شکار رہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ان کو اس کی فکر رہتی ہے کہ ان کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ہو اور آمدنی کا دروازہ کشادہ رہے کہ ان کے لیے راحت و آسائش مہیا رہیں، کار ہو، شاندار مکان ہو، عمدہ سوٹ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ راحت و آسائش کا اصل مقام ان سارے تصورات سے بہت دور ہے، تنخواہ کی ترقی عموماً اضافہ مصارف کا موجب ہوتی جاتی ہے۔ اہل وعیال کے بجائے یہ روپیہ فیشن پرستی پر خرچ ہوجاتا ہے وہ اپنی زائد آمدنی چائے، سگریٹ، بیڑی، سینما اور بے ہودہ اخراجات میں خرچ کرتا ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ضروری مصارف حیات کے بجائے اس قسم کی آمدنیاں مسرفانہ مصارف ہی میں خرچ ہوجاتی ہیں۔ اور ان مسرفانہ مصارف کا سلسلہ مزید مسرفانہ مصارف کا باعث بن جاتا ہے۔ چھوٹے ملازموں سے لے کر بڑے ملازمین تک کا یہی حال ہے، اس لیے راحت کی اصلی راہ قناعت کے ساتھ اپنے غیر ضروری مصارف کو گھٹانا ہے اور ان کا بڑھانا مزید آمدنی کا طالب ہونا پھر اس کی صورت یا قرض ہے یا ناجائز صورت رزق جس سے نہ صرف ملازمین کی تباہی ہوتی ہے، بلکہ پوری ملت کی تباہی ہوتی ہے، غور کیجیے اگر کسی کو اپنی ایک کار کے باعث اگر کوئی خوشی ہے تو دوسرے کے پاس دو (2) ہوں گی اور اس سے بہتر، تو دوسرے کا یہ حال دیکھ کر پہلے کو اپنی حالت پر افسوس آئے گا، اور دو کار والے کے مقابلے میں اس کو اپنی کمتری وحقارت کا احساس ہوگا، اسی طرح ان چیزوں میں ضرور ہر ایک ہر دوسرے سے کچھ کم یا زیادہ ہوگا۔ ان چیزوں میں جس قدر بھی اپنے افکار کو الجھایا جائے گا اسی قدر پریشانی بڑھتی

اور پھیلتی جائے گی، اس لیے ان چیزوں کو تسکین و راحت کا معیار ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تسکین و راحت اور اطمینان کی اصل اور بنیادی چیزیں، صحیح نیت، دیانت، امانت اور عبادت سمجھ کر کام انجام دینا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ اور یہی خوبیاں اسی قسم کے تصورات اور اسی قسم کے فکری مشاغل، حقیقی راحت و اطمینان کے موجب ہوں گے، کاروباری اور حساب و کتاب کی سی ذہنیت اور رواجی قسم کی راحت طلبی مزاج میں پیدا ہو جانے سے کمائی سے برکت ہی اٹھ جاتی ہے "برکت" کو نہ جانے لوگ کیا سمجھ رہے ہیں، شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بیس کے تیس ہو جائیں اور تیس کے چالیس ہو جائیں۔ برکت کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے لیکن حصول برکت کی دوسری بہترین صورت یہ ہے کہ ضرورتیں خود بخود ہی کم ہوتی جائیں اور پیدا شدہ ضرورتوں کو تھوڑی آمدنی ہی بآسانی مکتفی ہو جائے۔

اسلامی حکومت کی خدمت بھی عبادت ہے:

اسلام کا ہم پر یہ بڑا احسان ہے کہ وہ ہمارے تمام کاموں کو عبادت بنانا چاہتا ہے، اسلام کے متعلق یہ سمجھنا، کہ صرف مسجد میں محدود ہے، صحیح نہیں، اسلام تو جس طرح مسجد میں ہے، اسی طرح معرکہ کارزار میں اسی طرح مدرسہ میں، اسی طرح بازار میں، اسی طرح دفتر میں اور اسی طرح کارخانہ میں، ہماری زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جسے ہم اسلام سے باہر سمجھ سکیں، یہ دین و دنیا کی تفریق ہی غلط ہے جس طرح مسجد میں نماز پڑھنا عبادت ہے، اسی طرح دفتر میں خلوص نیت سے حکومت کے کسی کام کو انجام دینا بھی عبادت ہے، ایک مسلمان اسلامی حکومت کا عامل ہو کر اپنی دیانت اور امانت کو قائم رکھ کر ہر وقت ہی عبادت میں رہ سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی نیت میں اخلاص ہو، ایک مجاہد سرحد پر پہرہ دے کر اسی طرح ثواب حاصل کر سکتا ہے جس طرح ایک نمازی نفل پڑھ کر بعض اوقات مجاہد اس نفل پڑھنے والے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

عوام کی خدمت :

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے، کہ عمال حکومت کو اکثر ایسے مواقع پیش آ جاتے ہیں، کہ وہ عوام کی ان واقعی ضرورتوں کو جن کو پورا کرنے کے لیے انہیں کرسیاں دی گئی ہیں اور تنخواہیں مقرر کی گئی ہیں، استحصال ناجائز کے بغیر پورا کرنے کو تیار نہیں ہوتے ایک دفتر میں کوئی نووارد ضرورت مند پہنچ جائے تو اس کو مفید مشورہ دینے کے بجائے ٹال مٹول کر ادھر ادھر کے چکر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، بالآخر وہ پریشان و مجبور ہو کر اپنی ضروریات کو پاتا ہے یا محروم رہ جاتا ہے دونوں صورتوں میں وہ اپنے دل میں ایک شدید اذیت محسوس کرتا ہے، کہ جو لوگ اس کی خدمت اور سہولت بہم پہنچانے پر متعین ہیں، ان سے نفع کے بجائے کتنا نقصان پہنچ رہا ہے، حقیقت میں ایسے لوگوں سے حکومت کا وقار، بڑھنے کی بجائے گرتا جاتا ہے، اور اخلاقی دنیا میں اس طرح حکومت کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ گزشتہ دور میں مسلمانوں کی بعض حکومتیں بھی ایسی رہی ہیں جنہوں نے اپنے دور حکومت میں اخلاق و انسانیت کا بڑا مقام پایا، اس وقت مجھے ملک شاہ سلجوقی کا ایک واقعہ یاد آیا کہ گھوڑے پر سوار ایک پل پر سے گزر رہا تھا، کہ سامنے ایک بڑھیا آ کر کھڑی ہو گئی، جس کے لڑکے کو کسی سپاہی نے بطور بیگار پکڑ لیا تھا، بڑھیا نے بڑے دردمندانہ لہجے میں سلطان سے فریاد کی کہ تمہارا فلاں سپاہی میرے لڑکے کو بلاوجہ پکڑ کر لے گیا ہے۔ سلطان نے کہا، تم دربار میں استغاثہ پیش کرو، بڑھیا نے کہا کہ اے سلطان! میرا فیصلہ تم کو اسی وقت اسی پل پر کرنا ہوگا، یا پھر کل اس پل (پل صراط) پر فیصلہ ہوگا، بڑھیا کی یہ بات سن کر سلطان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے اسی وقت بڑھیا کی فریاد رسی کی۔

حاکمانہ ذمہ داریاں:

حاکمانہ ذمہ داری ایک نازک و مشکل ترین ذمہ داری ہے حکومت کا ایک معمولی ملازم بھی اگر دیانت و احساس کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے گا تو پوری ملت کی تعمیر و اصلاح میں

حصہ دار ہوگا اور اگر وہ اپنی ڈیوٹی میں، دیانت دار نہ ہوگا، تو اس کا ضرر پوری ملت کو ضرور متاثر کرے گا۔ عوام کے اندر مقبولیت یہ ہرگز نہیں کہ سنگینوں کے زور اور قاہرانہ دباؤ سے اپنا وقار جمایا جائے اور رعب اور طاقت کے ذریعے اپنی سیادت و قیادت کو ان سے منوایا جائے بلکہ حقیقی مقبولیت وہی ہے جو دلوں کو راغب کرنے والی ہو اور یہ پاکیزہ اخلاق اچھے کردار اور فرض شناسی سے حاصل ہوسکتی ہے مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ ہارون رشید اپنے محل میں تھا۔ حرم سرا کی کنیز بازار کی طرف دیکھ رہی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کے استقبال کے لیے ساری مخلوق اُمڈی چلی آ رہی ہے خلیفہ نے پوچھا، تو کیا دیکھ رہی ہے تو کنیز نے جواب دیا امیر المومنین اصل بادشاہی عبد اللہ بن مبارک کی ہے جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں آپ کی نہیں جو لشکریوں کے زور جبر سے حاصل ہوتی ہے۔ عبد اللہ بن مبارک کی ساری زندگی ذکر و شغل، نوافل، روزوں اور جہاد میں گزرتی تھی جس کے نتیجے میں دنیا کے اندر بھی اللہ نے انہیں مقبولیت کا بڑا مقام بخشا تھا۔ حقیقت میں یہی مفہوم ہے اس حدیث پاک کا، کہ کسی بندے پر جب اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو زبانِ خلق سے اسکا اچھا ذکر کرایا جاتا ہے اور اسکی نیک نامی کا آوازہ خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے۔ ''زبانِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو'' عمالِ حکومت کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اللہ کا خوف رکھ کر اہم اور غیر اہم کی ترتیب سے پوری دیانت اور انصاف کے ساتھ انجام دیں، اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتے رہیں اسی صورت میں عوام راتوں کو رو رو کر ان کی فلاح و نجات کے لیے دعائیں کریں گے اور ان کے دلوں میں عمالِ حکومت کی بڑی عزت و احترام پیدا ہوگا۔

آپ ہی کے اچھے ہونے سے حکومت اچھی ہوسکتی ہے۔

حقیقت میں حکومت اور ملک آپ ہیں، آپ اچھے ہیں تو حکومت اچھی ہے اور ملک اچھا ہے، اگر آپ برے ہیں تو حکومت بری ہے اور ملک برا ہے حکومت اور ملک کو آپ چاہیں تو بدنام کریں آپ چاہیں تو نیک نام کریں۔

انسانِ کامل

(مولانا محمد اسجد قاسمی)

انسان کامل (Super Man) کی تحدید وتعین میں وصف نگاروں کی آراء میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے، اہل مشرق عام طور پر انبیائے کرام کو کامل انسان سمجھتے ہیں، اس لئے کہ انبیاء اللہ کے وہ منتخب، برگزیدہ اور چیدہ وچنیدہ بندے ہوتے ہیں، جو انسانوں اور اللہ کے درمیان رابطہ اور پیغامبری کی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں، وہ اللہ کے بعد اس روئے زمین کے تمام انسانوں سے برتر ہوتے ہیں:

ے بعد از خدا بزرگ توئی ایں قصہ مختصر

صوفیائے کرام اور اصحاب تزکیہ واحسان نے انسان کامل کا لفظ خوب استعمال کیا ہے ابن عربی کی کتابوں میں اس کا ذکر جا بجا ملتا ہے، عبدالکریم جیلانی نے "**انسان کامل**" کے عنوان سے ایک باضابطہ کتاب بھی لکھی ہے، جس میں صوفیاء کا نقطۂ نظر بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کامل وہ ہے جو اللہ سے اتنا قریب ہو جائے کہ فنائیت کے مقام تک پہنچ جائے، ماسوا اللہ کا خیال تک اس کے دل میں نہ آئے، اس مقام بلند پر انبیاء، اولیاء اور اللہ کے صالح بندے فائز ہوتے ہیں، اس مقام پر پہنچنے کے بعد انسان کامل ہو جاتا ہے شریعت اس کا مزاج وطبیعت بن جاتی ہے، وہ ایمان کی لذت اور چاشنی محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کے دل کی دنیا میں عجیب انقلاب آ جاتا ہے۔

اہل مغرب و یورپ کے ہاں مادّہ پرستی اور شہوت پرستی کے افراط نے تمام قدریں ہی بدل ڈالیں، ان کا نقطۂ نظر صوفیاء کے نقطۂ نظر کے بالکل برعکس ہے، صوفیاء کی نگاہ میں روحانیت خدا سے بے پایاں قرب، فنائیت، مادہ پرستی سے گریز و فرار ہی کامل انسانیت کے مقام تک پہنچانے کے اہم عناصر ہیں، جب کہ اہل یورپ کی نگاہ میں انسان کامل وہ ہے جو حد سے زیادہ مادّہ پرست، شہوت پرست، ملحد و بے دین ہو، بعض مغربی مفکرین نے انسان کامل کا دارومدار قوت پر رکھا ہے کہ جو شخص قوت، مردانگی، بہادری، اقدام و دلیری جیسے اوصاف کا حامل ہو وہی کامل انسان ہے تواضع، رحمدلی، منکسر المزاجی، اقدام سے گریز ناقص انسان کی علامتیں ہیں، کاملیت کے لئے قوت ارادہ اور سختی ضروری ہے، جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرلیا جائے اسے کرکے ہی چھوڑا جائے، کسی پر رحم و ترس نہ کھایا جائے اپنے ارادوں کی تنفیذ کے بعد اس پر ہرگز نادم و پشیمان نہ ہوا جائے، گویا کامل انسانیت طاقت، سختی، تندرستی، جسمانی و مادّی قوت، اور سنگ دلی میں منحصر ہے، اب جو نظام حیات نرمی، شفقت محتاجوں اور پریشان حال پر مہربانی کی دعوت دیتا ہے وہ ناقص انسانیت کی دعوت دیتا ہے، اور مجبور و بیمار، غریب و محتاج، کمزور و ذلیل، اور نرم و متواضع انسان کامل انسانیت کی راہ میں حائل روڑے ہیں جنہیں ہٹا دینا چاہیے۔

ان کج فکر مفکرین نے اپنی اس تشریح کی روشنی میں قوم کو اس طرف بلایا ہے کہ پوری توجہ ایسے کامل انسان کی نشوونما پر صرف کی جائے، اس کے لئے غرباء و محتاجین کو پس پشت ڈال دیا اور قربان کر دیا جائے، اصل مقصود مذکورہ بالا اوصاف کے حامل کامل انسانوں کی ایک کھیپ تیار کرنا ہے۔ گویا مساوات کی حقیقی روح، نرمی و مہربانی کے اعلیٰ اخلاقی اصول و اقدار، اور وحدتِ امت کے گراں مایہ جوہر سے اِس ناقص فکر کا دامن بالکل خالی ہے اور اس میں مادی و اقتصادی عارضی پہلوؤں کے سامنے اصل روحانی پہلو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

انسان کامل کی راست تصویر وہی ہے کہ اس کی زندگی کے مادی و روحانی دونوں پہلوؤں میں روحانی پہلو غالب ہو، مگر مادی پہلو بالکل نہ ہو یہ افراط ہے جو اعتدال سے ذرا بھی

میل نہیں کھاتا ،واقعہ یہ ہے کہ مومن صادق اور انسان کامل ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں توحید خالص کا عقیدہ انسان کو بندۂ انسان اور بندۂ مال وزر بننے سے روکتا ہے،اس کی روحانی قوت کے ذریعہ دوسروں سے اسے ممتاز کرتا ہے،اس کی وسعت و آفاقیت کے ذریعہ رنگ ونسل اور وطن کے امتیازات کی جڑ کاٹ دیتا ہے ۔اسے مساوات حقیقی کا علمبردار بنادیتا ہے مومن صادق کے پاس زندگی کا ایک پیام ہوتا ہے جس کے تحت وہ زندگی گزارتا ہے، زمانہ کتنا بدل کیوں نہ جائے تصورات واقدار کتنے تبدیل کیوں نہ ہو جائیں پر اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ،وہ جوں کا توں اپنے نظام پر کاربند رہتا ہے،

مومن صادق اپنے انسانی وجود کے لحاظ سے تو تمام انسانوں کی طرح ہوتا ہے ،طبعی قانون کا وہ بھی سب ہی کی طرح تابع ہوتا ہے لیکن اس کا ایمانی وجود اسے روشن ،نمایاں اور ممتاز کردیتا ہے ،یہی چیز اسے جاودانی عطا کردیتی ہے ،اس کے پاس زندۂ جاوید پیام ہوتا ہے ،اس کے سینے میں ایک زندۂ جاوید امانت مستور ہوتی ہے اس کی زندگی کا ہر لمحہ ایک زندۂ جاوید مقصد کے لئے وقف رہتا ہے:

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اُس کی اذانوں سے فاش سرِّ کلیم وخلیل

اس کا نظریہ زندگی یہ نہیں ہوتا کہ خود کو ماحول وحالات کے تابع کردیا جائے بلکہ زمانہ وماحول اگر ناسازگار ہوں تو اس کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا جائے ،معاشرہ راہِ راست سے ہٹا ہوا ہو تو اس سے جنگ کی جائے ،اور راہِ راست سے سر موانحراف کو کبھی گوارا نہ کیا جائے ،زندگی کی غلط وفاسد اقدار سے کبھی مصالحت ومفاہمت نہ کی جائے ،ان سے نبرد آزما ہوا جائے ،اور بگڑی ہوئی قدروں کی اصلاح کی جائے۔

مومن صادق کی اندرونی وبیرونی دونوں زندگی ہر وقت وہر آن عمل ،حرکت ،محبت ، انسانیت اور اخلاق عالیہ سے لبریز رہتی ہے،وہ سراسر عمل ہوتا ہے وہ کردار کا غازی ہوتا ہے ۔

انبیائے کرام نے ہر دور میں ایسے ہی افراد پر مشتمل ایک صالح معاشرہ تیار کیا، اور انبیاء کے بعد صحابہ تابعین اور مجددین مصلحین نے ہر دور میں یہی کام کیا ہے اور آج بھی اس کی سخت ضرورت ہے۔

آج ہمارا ایک بہت بڑا المیہ ایسے کامل انسانوں اور سچے مسلمانوں سے محرومی ہے جو باضمیر اور سراپا عمل وحرکت ہوں، جو کبھی خریدے نہ جا سکتے ہوں، جنہیں کسی خوف سے دبایا نہ جا سکتا ہو، جو غلط قدروں سے کبھی سمجھوتہ (Compromise) کرنے پر آمادہ نہ ہو سکیں، اور جن کا وجود باطل کے لئے ہمیشہ ایک چیلنج ثابت ہوتا رہے۔

دشمنانِ اسلام نے اپنی تخریبی منصوبہ بندیوں کے ذریعہ ہمہ نوعی اسباب ووسائل کی بے پناہ قوت سے اپنا سارا زور اسی پر صرف کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے کامل افراد دوبارہ ابھرنے نہ پائیں، مغربی نظام معاشرت اور نظام تعلیم کے ذریعہ، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کی مدد سے اور اقتصادی قوتوں کا تمام تر استعمال کر کے دشمنوں نے مسلمانوں میں وہ مادی نقطۂ نظر پیدا کرنے پر توجہ دی جو ان کو بلند اخلاقی اقدار اور خوداعتمادی سے محروم وتہی دست کر دے، ان کی خواہش یہ رہی کہ:

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

دشمنوں کی ان کوششوں اور خواہشوں کو کافی کامیابی بھی میسر آئی ہے، تاہم تمام تر بگاڑ اور فساد کے باوجود، عمل اور پیہم عمل، اخلاص اور جاں فشانی سے ساری دشمنانہ سازشیں اور کاوشیں ناکام بنائی جا سکتی ہیں، شرط یہ ہے کہ ایمان صادق وراسخ کی روح سے معمور افراد اس کام کا بیڑا اٹھائیں اور پورے معاشرہ میں ایمان کامل کی لہر دوڑانے میں اپنی ہر ممکن کوشش صرف کر دیں، مخلصانہ کوششوں کی مقبولیت کی ضمانت قرآن وحدیث نے دی ہے اور اس سے سچی ضمانت کوئی اور کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔

پریشانی

(واصف علی واصفؒ)

انسان پریشانی سے دو چار نہ بھی ہو تو بھی وہ پریشانی سے آشناء ضرور رہوتا ہے۔ پریشانی انسان کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ضرور مل جاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ اپنے حالات سے ہی پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ انسان اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے جب پریشان ہوتا ہے تو حالت بہتر بنانے کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ اور ہر طبقہ پریشان ہے۔ امیر پریشان ہے کہ نہ جانے کب دولت ہاتھ سے نکل جائے۔ غریب پریشان ہے کہ نہ جانے اب زندگی کیسے گزرے گی۔ نیک انسان اس لئے پریشان ہے کہ اسے برے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ نیک زندگی گزارنے کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ نیک انسان رشوت دینا نہیں چاہتا اور رشوت بغیر اس کے کام نہیں ہو سکتے۔ بس پریشانی ہی پریشانی ہے۔ والدین اولاد کے ہاتھوں پریشان ہیں اور اولاد والدین سے نالاں ہے۔ بچے والدین کا کہنا نہیں مانتے اور والدین بچوں کا کہنا نہیں مانتے۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں اور ایک دوسرے سے پریشان ہیں۔ افسر ماتحتوں سے پریشان ہیں، ماتحت گستاخ ہیں اور ماتحتوں کو گلہ ہے کہ افسر نااہل ہیں۔ اپنے لئے کچھ اور پسند کرتے ہیں اور ماتحتوں کے لئے کچھ اور۔ حکومت سیاستدانوں سے پریشان ہے اور سیاستدان حکومت سے پریشان ہیں۔ جلسے ہی جلسے ہیں اور پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں، دعوے ہی دعوے ہیں، بیانات ہی بیانات ہیں، تقریریں ہی تقریریں ہیں، وعدے ہی وعدے ہیں اور پریشانی بڑھتی جا رہی ہے، جلسوں پر کتنا خرچ ہوتا ہے۔

خرچ کی کیابات! خرچ بغیر تو انسان کو قبر بھی نصیب نہیں ہوتی۔

لوگوں کے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں، زندگی مشکل ہوتی جا رہی ہے اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مریض ڈاکٹروں کے رویے سے پریشان ہیں، مریض سے محبت کرنے کا زمانہ گزر گیا اب تو مریض کے حال پر نظر کرنے کی بجائے مریض کے مال پر نظر ہوتی ہے۔ پریشانی ہی پریشانی ہے۔ مریض ہونا غریب ہونے کی ابتداء ہے۔ غیر قانونی ہڑتالوں سے ہسپتالوں میں پریشانی کا جو عالم ہوتا ہے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ استاد شاگرد کا مقدس رشتہ بھی پریشان ہو کر رہ گیا ہے۔ کالج کے طلباء اپنے اساتذہ سے ڈرتے تھے اور آج اساتذہ طلباء سے ڈرتے ہیں۔ استاد پریشان ہیں طالب علم کہنا ہی نہیں مانتے! استاد طلباء کو ایسی سزا دیتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ بڑے بڑے کالجوں کا نتیجہ خوفناک حد تک کمزور رہتا ہے۔ طلبا فیل ہو جاتے ہیں اور یوں ایک مستقل پریشانی میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔ طلباء کلاس روم میں پریشان رہتے ہیں، کمرہ امتحان میں بھی پریشان ہوتے ہیں، سڑکوں پر آ جاتے ہیں اور پھر ایک نئی قسم کی پریشانی ہوتی ہے۔ اللہ رحم فرمائے آج کے طلباء پر، آج کے اساتذہ پر۔ آج کی تعلیم پر!

ہر شعبہ حیات اپنے اپنے انداز سے پریشان ہے۔ ہر شخص اپنے ماحول میں پریشان ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ہر ستارہ اپنے اپنے مدار میں سرگرداں بھی ہے اور پریشان بھی۔ پریشانی حالات سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔ جو انسان اپنے موجودہ لمحے سے گریزاں ہو گا وہ پریشان ہو گا انسان آنے والے حالات سے خوفزدہ ہو کر جانے والے حالات کو پریشان کر دیتا ہے۔ اگر گزرے ہوئے زمانے خوشی کے زمانے ہوں تو بھی ان کی یاد باعث پریشانی ہے کہ اب وہ دن کہاں گئے، خوشی کے دن گزر گئے۔ جوانی اور صحت کے ایام، محبت و وارفتگی کے دن ہوا ہو گئے۔ پریشانی تو یہ ہے کہ خوشیاں ختم ہو گئیں۔ وہ دن بھی کیا دن تھے، وہ زمانے بھی کیا زمانے تھے، وہ درد بھی کیا درد تھا، ساتھی کتنے وفادار تھے۔ اب بس یاد ہی یاد ہے۔ پریشانی ہی پریشانی!

اگر ماضی کسی غم سے عبارت ہو تو بھی باعثِ پریشانی ہے۔ غم کی یاد ایک تازہ غم دے

جاتی ہے۔عجب حال ہے خوشی کی یاد بھی پریشان اور غم کی یاد بھی پریشان۔اسی طرح مستقبل اگر اُمید سے عبارت ہو تو بھی حال پریشان ہے کہ کب وہ سہانا دور آئے گا اگر خطرے کا اندیشہ ہو تو بھی حال پریشان ہے کہ انسان دور سے نظر آنے والے خطرے کو ہمیشہ قریب ہی سے محسوس کرتا ہے۔زندگی کے نصیب میں پریشانی لکھ دی گئی ہے۔کبھی اپنے لئے پریشانی ہے،کبھی دوسروں کے لئے پریشانی ہے،کبھی اس زندگی کا فکر ہے،کبھی موت کے بعد کا منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے، پریشانی ہر حال میں رہتی ہے۔پریشانی انسان کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اس کا علاج اس وقت تک ناممکن ہے جب تک زندگی دینے والے سے نہ پوچھا جائے۔جس ادارے نے جو مشین بنائی ہو وہی اس مشین کی حفاظت اور اس کے استعمال اور اس کی اصلاح کا عمل جانتا ہے۔

اگر زندگی ہمارے اپنے عمل کا نام ہے تو اس کے اندر پیدا ہونے والے بگاڑ اور فساد کے ہم خود ہی ذمہ دار ہیں۔اگر ہم اپنا علاج ہی نہ کر سکیں،تو ہمیں اپنے اختیارات کی حقیقت معلوم ہو جانا چاہیے۔اگر زندگی اپنے پیدا کرنے والے کو ہی نہ مانے تو اسے پریشانی سے کون بچائے۔ہم اپنے آپ پر اپنی ہمت سے زیادہ بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ہم خود ہی اپنی پریشانیوں کے مصنف ہیں اور خود ہی اپنی پریشانیوں سے تنگ ہیں،ہم متضاد خواہشات رکھتے ہیں،ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو دوسری دم توڑ دیتی ہے۔اگر دولت اکٹھی کی جائے تو رزقِ حلال کا تصور پریشان کرتا ہے،اور اگر رزقِ حلال پر ہی قناعت کی جائے تو تلخی حالات پر رونا آتا ہے پریشانی بہر صورت رہتی ہے وطن سے باہر رہنے والوں کو وطن کی یاد پریشان کرتی ہے۔وطن میں رہنے والوں کو باہر جانے کی تمنا پریشان رکھتی ہے۔ہر انسان کو اپنے علاوہ کچھ بننے کی آرزو ہے اور یہی آرزو وجہ پریشانی ہے۔

ہم اپنے علاوہ کچھ نہیں بن سکتے۔یہ حقیقت ہی زندگی کا ضابطہ ہے۔اسی سے زندگی کے شعبے اور پیشے قائم ہیں،اسی سے نظامِ ہستی قائم ہے ہمیں ہماری حدود میں قائم رکھنے والی قوت پریشان تو کرتی ہے لیکن یہی قوت زندگی کا راز ہے،ہر انسان حکمران بننا چاہتا ہے اگر یہ خواہش

پوری ہو جائے تو کون کس کا حکمران ہوگا؟ ۔عجب پریشانی ہو جائے گی ۔کوئی انسان غریب نہیں رہنا چاہتا ۔اگر سب ہی امیر ہو جائیں تو کیا ہوگا؟ اگر دنیا کی دولت برابر تقسیم کردی جائے تو چہرے کیسے برابر ہوں گے؟ عقل کیسے برابر ہوگی؟ دل کیسے برابر ہوں گے؟ لیڈر کیسے برابر ہوں گے؟ ایک نئی قسم کی غیر مساوی تقسیم کا شعور پیدا ہو جائے گا ۔انسان علاج میں ترقی کرتا ہے ۔نئے نئے علاج دریافت ہوتے ہیں اور پھر ایک نئی بیماری پیدا ہو جاتی ہے ۔کوئی نہ کوئی بیماری ضرور مہلک اور لاعلاج رہے گی ۔اگر علاج سائنس بن جائے تو دعا کا مقام کیا ہوگا؟ پریشانی انسان کو احساس دلاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی پر اختیار نہیں رکھتا ۔اگر انسان اس احساس پر یقین اور ایمان استوار کرلے تو وہ پریشانی سے بچ سکتا ہے نہیں تو نہیں ۔

اگر انسان تسلیم کرلے کہ اس کی زندگی اور زندگی کے ساتھ ہونے والے واقعات اور زندگی کا انجام، خالق کے حکم سے ہے تو یہ پریشانی ختم ہو سکتی ہے ،گناہ اور برائی کی بات نہیں ہو رہی ،زندگی کی بات ہو رہی ہے، گناہ اور برائی تو بہ سے ختم ہو سکتے ہیں ۔توبہ کا مطلب واضح ہے ،خالق کو گواہ بنا کر یہ اعلان کرنا کہ آئندہ ایسا عمل سرزد نہ ہوگا ۔

بہر حال پریشانی سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو خالق کی مرضی کے مطابق بسر کرے ۔جو شخص آج کے دن ،آج کے لمحے پر راضی ہوگیا وہ پریشانی سے نکل گیا ۔زندگی سے اگر گلہ اور شکایت نکال دی جائے تو پریشانی ختم ہو جاتی ہے ۔اپنے آپ کو پسند اور دوسروں کو ناپسند کرنا چھوڑ دیا جائے تو پریشانی نہیں رہتی ۔اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی آرزو نہ رہے ،تو پریشانی نہ رہے گی ۔اگر یہ مان لیا جائے کہ ہر زندگی کا انجام موت ہے تو پریشانی کیسی؟ دنیا میں کوئی ایسی رات نہیں آئی جس پر دن نہ طلوع ہوا ہو ۔کوئی ایسا دن نہیں آیا جس پر رات نازل نہ ہوئی ہو، کوئی ایسا غم نہیں آیا جو کٹ نہ جائے ،کوئی ایسی خوشی نہیں آئی جو ہٹ نہ جائے ،کوئی ایسا انسان نہیں آیا جو ایک مقررہ مدت کے بعد واپس نہ بلا لیا گیا ہو ۔انسان پر کوئی ایسا سفر مسلط نہیں کیا گیا جس کی منزل نہ ہو ۔

گردشِ شام وسحر انسان کو مسرت، صحت، دولت اور محبت عطا کرتی ہے اور یہی گردش اپنی عطا کو واپس لے لیتی ہے اور یوں انسان اپنے آپ سے محروم ہو جاتا ہے وہ پریشان ہوتا ہے، حالانکہ اس میں پریشانی کی بات نہیں، انسان خود ہی کسی اور طاقت کا عمل ہے، اس طاقت نے انسان کو اس دنیا کے سفر پر گامزن کیا ہے اس طاقت پر اعتماد، اس کا قرب ہی انسان کو پریشانی سے بچا سکتا ہے، اس کا تقرب ہر طرح کے افسوس سے بچاتا ہے، اس کی نزدیکی ہر طرح کے خوف سے نجات دیتی ہے، اس پر اعتماد انسان کو حزن اور اندیشے سے آزاد کر دیتا ہے اور جو خوف اور حزن سے آزاد ہو گیا، اسے کیا پریشانی!! جس نے اپنے آپ کو مالک کے سپرد کر دیا اسے کیا پریشانی! جو اپنے آپ سے نجات پا گیا اسے کیا پریشانی! خالق کا باغی ہمیشہ پریشان رہے گا۔ خالق کا دوست کبھی نہیں!!۔

دعائے مغفرت

ملتان کے سینئر پیر بھائی سید محمد امین شاہ صاحب ایڈووکیٹ

ملتان سے سید غلام یٰسین شاہ کی بھابھی صاحبہ

نوکھر کے سینئر پیر بھائی حاجی عنایت اللہ

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
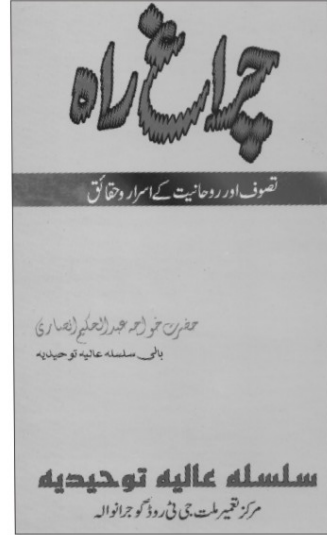
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجددالف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
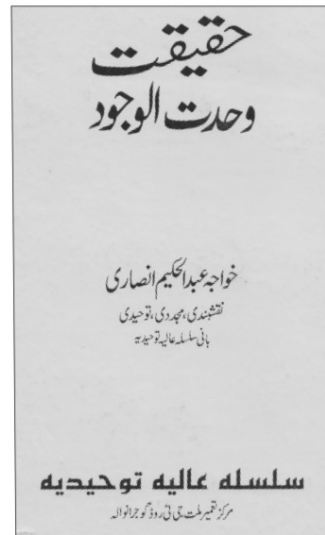
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔
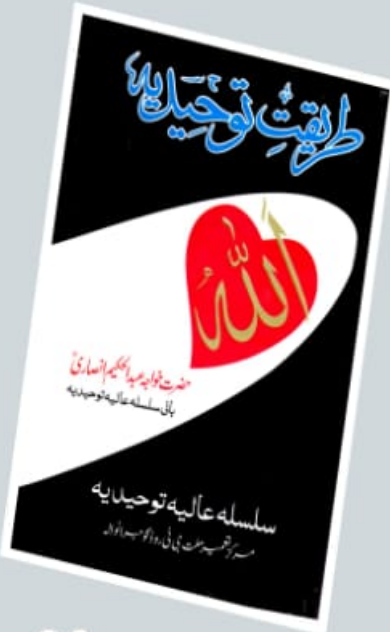
Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com